يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن جَاءَكُمْ فَاسِقٌ بِنَبَإٍ فَتَبَيَّنُوا الآیۃ

اے ایمان والو اگر کوئی فاسق آدمی تمہارے پاس کوئی خبر لیکر آئے تو اسکے بارے میں تحقیق کر لیا کرو

فتویٰ امام ربانی

بر

مرزا غلام احمد قادیانی

غیر مقلدین اور مبتدعین کی طرف سے حضرت گنگوہیؒ
پر الزام کا تحقیقی و تنقیدی جواب

تالیف

مولانا عبد الحق خاں بشیر

ناشر

مکتبہ مدنیہ نزد ڈاک خانہ اردو بازار گوجرانوالہ

نام کتاب ـــــــــ فتویٰ امام ربانی بر مرزا غلام احمد قادیانی
مصنف ـــــــــ مولانا عبد الحق خاں بشیرؔ گکھڑوی
تعداد ـــــــــ ایک ہزار
مطبع ـــــــــ طفیل پرنٹرز لاہور
ناشر ـــــــــ
کتابت ـــــــــ خادم العلماءِ دیوبند آفتاب احمد البدر سٹریٹ گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ۔
سرِورق ـــــــــ محمد عبد الغفور خوشنویس گکھڑ منڈی ضلع گوجرانوالہ
قیمت ـــــــــ

انتساب

رسم زمانہ سے قطع نظر میں اپنے اس رسالہ کو
استاد محترم و برادر مکرم حضرت مولانا حافظ القاری
عبد القدوس خان صاحب قارنؔ (فاضل وفاق المدارس پاکستان
و مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ)
ناظم اعلیٰ مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
کی طرف منسوب و معنون کرتا ہوں جنہوں نے بیشتر مقامات پر
برادرانہ و مشفقانہ راہنمائی کر کے احقر کی حوصلہ افزائی فرمائی۔

فہرست

نمبر شمار	عنوان	صفحہ	نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۱	تقریظ مولانا مفتی عبد الشکور صاحب	۵	۲۰	مرزا قادیانی اور قنوت نازلہ	۳۳
۲	سبب تالیف۔	۷	۲۱	مرزا قادیانی اور دعا بعد نماز المکتوبہ	۳۴
۳	مقدمہ	۱۰	۲۲	مرزا قادیانی اور گوہ۔	//
۴	پہلا گروہ (غیر مقلدین)	//	۲۳	مرزا قادیانی کا بٹالوی صاحب کے حق میں فیصلہ۔	//
۵	سر چارلس کا تعارف (حاشیہ)	۱۱			
۶	دوسرا گروہ (بریلوی)	۱۴	۲۴	مرزا صاحب کا اپنا اعتراف	۳۵
۷	جنرل اڈوائر کا تعارف (حاشیہ)	//	۲۵	مرزا صاحب کا نظریہ تقلید	//
۸	علماء امت اور مجاہدین آزادی کی تکفیر۔	۱۷	۲۶	مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوری کی وضاحت	۳۶
۹	علماء دیوبند پر الزامات کی حقیقت۔	۱۸	۲۷	باب دوم	۳۷
۱۰	باب اوّل	۲۰	۲۸	مرزا قادیانی کی ابتدائی سرگرمیاں۔	//
۱۱	مرزا قادیانی کا مختصر تعارف	//	۲۹	ابتداءً مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر کے بارے میں علماء کا اختلاف۔	۳۹
۱۲	مرز قادیانی کا مسلک۔	۲۴			
۱۳	مرزا قادیانی اور قراۃ فاتحہ خلف الامام	۲۶	۳۰	علماء لدھیانہ کا متفقہ فتویٰ کفر	۴۰
۱۴	مرزا قادیانی اور مسئلہ تراویح۔	۲۷	۳۱	بٹالوی صاحب کی طرف سے فتویٰ کفر کی مخالفت	//
۱۵	مرزا قادیانی اور مسح علی الجوربین۔	۲۸	۳۲	انوکھی تحقیق	۴۱
۱۶	مرزا قادیانی اور جمع بین الصلوٰتین	//	۳۳	ایک اور نرالی تحقیق	۴۳
۱۷	مرزا قادیانی اور نماز میں ہاتھ سینے پر باندھنا	۳۰	۳۴	تیسرا باب	۴۴
۱۸	مرزا قادیانی اور سفر و قصر۔	۳۱	۳۵	مولانا گنگوہی کی طرف سے فتویٰ کفر سے اختلاف کا پس منظر۔	//
۱۹	مرزا قادیانی اور بسم اللہ بالجہر۔	۳۲			

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۳۶	مولانا عبداللہ غزنوی کا کشف کہ قادیان میں نور اترا	۴۵
۳۷	مولوی عنایت اللہ اثری کی ربوہ میں نماز تراویح پڑھانے کی پیشکش۔	"
۳۸	سید نذیر حسین دہلوی نے قادیانی کا نکاح پڑھایا۔	۴۶
۳۹	مولوی ثناء اللہ صاحب قادیان میں	۴۷
۴۰	بٹالوی صاحب کی طرف سے مرزا قادیانی اور اہل بیت کی دعوت۔	۵۲
۴۱	بٹالوی صاحب کے بارے میں مرزا صاحب کا کشفی حسن ظن۔	۵۴
۴۲	بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر سے رجوع	"
۴۳	جماعت غیر مقلدین کی طرف سے بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر سے رجوع۔	۵۵
۴۴	بٹالوی صاحب کا قادیانی سے دوستی کا اعتراف	۵۷
۴۵	قادیانی کا بٹالوی صاحب سے دوستی کا اعتراف	"
۴۶	معین الدین لکھوی اور محی الدین لکھوی کا عقیدہ۔	۵۸
۴۷	مولوی صاحب کا فتویٰ کہ بیوی مرزائی کو نہیں	۵۹
۴۸	خواجہ غلام فریدؒ کا فتویٰ کہ مرزا قادیانی اہل سنت سے ہے۔	۶۱
۴۹	چوتھا باب	۶۹

نمبر شمار	عنوان	صفحہ
۵۰	حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ	۶۹
۵۱	مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی وضاحت۔	
۵۲	شاہ عبدالرحیم رائے پوریؒ کا خواب	۷۰
۵۳	مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی وضاحت	۷۱
۵۴	مولانا گنگوہیؒ کا پہلا فتویٰ	۷۲
۵۵	" " " دوسرا فتویٰ	۷۳
۵۶	" " " تیسرا فتویٰ	۷۴
۵۷	" " " چوتھا فتویٰ	"
۵۸	" " " پانچواں فتویٰ	۷۵
۵۹	" " " چھٹا فتویٰ	"
۶۰	مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے تکفیر کا اشتہار	۷۶
۶۱	مرزا قادیانی کی اپنی شہادت	۷۷
۶۲	پانچواں باب	۷۹
۶۳	مولانا گنگوہیؒ کے خلاف قادیانی اور اس کی امت کا رد عمل	"
۶۴	مولانا گنگوہیؒ کو مناظرہ کا پہلا چیلنج۔	
۶۵	مناظرہ کا دوسرا چیلنج۔	۸۰
۶۶	مناظرہ کا تیسرا چیلنج۔	۸۱
۶۷	مناظرہ کا چوتھا چیلنج۔	۸۲
۶۸	مناظرہ کا پانچواں چیلنج	"
۶۹	مولانا گنگوہیؒ کو مباہلہ کا چیلنج	۸۳
۷۰	ضمیمہ۔	۸۶

تقریظ

استاد محترم حضرت مولانا مفتی عبدالشکور صاحب کاشمیری
نائب مفتی مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ

الحمد للہ وکفٰی وسلام علٰی عبادہ الذین اصطفٰی۔ اما بعد

دریں حالات پاکستان اور خصوصاً عالم اسلام میں پوری ملت اسلامیہ جن خطرات سے دوچار ہے اس کے پیش نظر عالم اسلام کے مسلمانوں کو اتحاد و اتفاق کی اشد ضرورت ہے۔ اور راہنمایان ملت کی یہ ذمہ داری ہے کہ وہ اس اتحاد و اتفاق کے لیے کوئی لائحہ عمل اور مستقل پروگرام مرتب کریں۔ ایک طرف دشمنانِ اسلام کا بیرونی دباؤ عالم اسلام کے لیے ایک مستقل خطرہ کی صورت اختیار کرتا جا رہا ہے۔ اور ان کی للچائی ہوئی نظریں بیت المقدس کے بعد مکہ اور مدینہ کی طرف اٹھ رہی ہیں۔ اور دوسری طرف سوشلزم، کمیونزم، سیکولرازم، دہریت، قادیانیت، پرویزیت اور آغاخانیت جیسے اسلام دشمن فتنے اندرونی طور پر ملت اسلامیہ کی جڑیں کھوکھلی کرنے میں مصروف ہیں۔ ان حالات میں ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کی جس قدر ضرورت ہے وہ کسی سے مخفی اور پوشیدہ نہیں ہے۔

لیکن ان تمام حالات کے باوجود اسلامی ذہن رکھنے کا دعویٰ کرنے والے بعض فرقے دانستہ یا غیر دانستہ طور پر ان غیر اسلامی طاقتوں کے آلہ کار بن کر مسلسل فروعی اختلافات کا پرچار کرنے میں مصروف ہیں۔ علماء دیوبند کی یہ خصوصیت ہے کہ وہ فروعی اختلافات سے کوئی دلچسپی نہیں رکھتے۔ بلکہ اسے ملت اسلامیہ کے لیے زہر قاتل تصور کرتے ہیں۔ ہاں البتہ جب بھی چند ناعاقبت اندیش لوگوں نے علماء دیوبند پر جھوٹے الزامات کا سلسلہ شروع کیا تو انہوں نے مدافعت کے لیے لسان و قلم کو جواباً استعمال کیا۔ جو ان کا شرعی، آئینی اور اخلاقی حق ہے۔

گزشتہ چند ماہ سے غیر مقلدین اور بریلوی علماء کی طرف سے یہ پروپیگنڈہ شروع کیا گیا ہے

کہ قطب الارشاد حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی نور اللہ مرقدہ نے مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار نہیں دیا۔ جو سراسر تاریخی حقائق کے خلاف اور علم و دیانت کے منافی ہے جناب صاحبزادہ مولانا عبدالحق خان صاحب بشیر جن کو خدا تعالیٰ نے تاریخ برصغیر پر عبور دے رکھا ہے۔ انہوں نے مدافعت کے طور پر مثبت و منفی انداز میں اس غلط اور مکروہ پروپیگنڈہ کا محاسبہ کیا ہے۔ اور اس کا مکمل و مدلل جواب لکھا ہے۔ احقر نے رسالہ کا اول تا آخر مطالعہ کیا۔ دلچسپ انداز میں لکھے جانے والے اس مختصر مگر جامع رسالہ میں قارئین کو تاریخی معلومات اور تاریخی انکشافات ملیں گے۔ جن کے مطالعہ کے بعد اس مکروہ پروپیگنڈہ کی تاریخی حیثیت کھل کر سامنے آجاتی ہے۔

دعا ہے کہ خدا تعالیٰ جناب صاحبزادہ صاحب کی اس مخلصانہ محنت و کوشش کو قبول فرمائے۔ اور ان کے علم، عمل اور عمر میں برکت عطا فرمائے۔ اور خدا تعالیٰ فاضل موصوف کو اس جیسی مزید خدمات کی توفیق مرحمت فرمائے۔ آمین

احقر عبدالشکور کشمیری عفا اللہ عنہ
دارالافتاء مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ
بمطابق ۷ ربیع الثانی ۱۴۰۴ھ، ۲۳ جنوری ۱۹۸۴ء

سببِ تالیف

گزشتہ چند سالوں سے غیر مقلدین نے ملک بھر میں تقریری اور تحریری دو پر فقہ حنفی کے خلاف شر انگیز رویہ اختیار کر رکھا ہے۔ کبھی امام اعظم ابو حنیفہؒ پر تنقید کبھی دیگر ائمہ احناف پر طعن۔ کبھی فقہ حنفی کے غیر مفتیٰ بہا اقوال میں قطع و برید کر کے اس کے خلاف اظہار نفرت۔ اور کبھی علماء دیوبند کے خلاف گستاخانہ زبان درازیاں اس گروہ نامراد کی مبلغ سرگرمیاں ہیں۔

سوچی سمجھی اسکیم اور سازش کے تحت ملک کے دیگر شہروں کی طرح گوجرانوالہ شہر میں بھی اس گروہ نے فروعی اختلافات کی آڑ میں شہر کی پر امن فضا کو مکدر کر رکھا ہے۔ چیلنج بازیوں کا بازار گرم تر ہے۔ شر انگیز تقریریں مسلسل ہو رہی ہیں۔ محراب و منبر کی عظمت کو بر سر عام پامال کیا جا رہا ہے۔ اور اس فتنہ پرور مہم میں اس فرقہ کے چھوٹے سے چھوٹے مولوی سے لے کر بڑے سے بڑے شیخ الحدیث تک سب ملوث ہیں۔

توحید کانفرنس ہو یا سیرت کا جلسہ۔ سیاسی پروگرام ہو یا مذہبی کنونشن، خاص میٹنگ ہو یا پبلک اجتماع، تقسیم اسناد کی محفل ہو یا جماعتی کارکنوں کی مجلس۔ عظمتِ قرآن کے نام پر تقریر ہو یا مقام صحابہؓ کے عنوان پر وعظ۔ تبلیغی دورہ ہو یا تنظیمی مشن۔ جمعہ کا خطبہ ہو یا عید کا خطبہ۔ تقریر ہو یا تحریر۔ بات کی ابتداء فقہ حنفی کے خلاف اظہارِ نفرت سے ہوتی ہے۔ اور انتہاء علماء اہل سنت والجماعت دیوبند کے خلاف طعن و تشنیع پر یہی ان کا مشن ہے، اور یہی نصب العین۔ آئے دن نئے سے نئے الزامات پر مبنی اشتہارات و پمفلٹ شائع کر کے فرقہ واریت کی راہ ہموار کی جا رہی ہے۔ علماء دیوبند کے خلاف اس گروہ کی گستاخانہ زبان کی ایک جھلک ملاحظہ فرمائیے۔ اور اندازہ کیجئے کہ ان پاکبازان امت کے بارے میں بازاری زبان کس طرح استعمال کی جا رہی ہے۔ جناب برق توحیدی صاحب کی کتاب "علماء دیوبند اور انگریز"، کے چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

دیوبند کے یہ حشرات الارض ...... موسمی بٹیرے ...... برساتی بینڈک ...... بازار کے

مداری ...... مذہبی شطونگڑے ...... سیاسی لونڈے ...... اخلاقی قلاش ...... علمی بولے .... دیوبند کے قیصر دجل کے انجر پنجر ..... ثروت قارون کے دولت مند ..... مذہب فرعون کے حکمران ...... شجرہ خبیثہ ...... جنت شداد کے باسی ...... وغیرہ۔ (علماء دیوبند اور انگریز ص۱ تا ۱۱)

اور تقریباً دو سو صفحات پر مشتمل اس کتاب میں اس بے ہودگی، زبان درازی اور اخلاقی پستی کے سوا کچھ بھی نہیں ہے۔ اس کے علاوہ گوجرانوالہ کے ایک حکیم صاحب نے "ڈھول کا پول" "اونچی دوکان پھیکا پکوان" کے نام سے دو پمفلٹ[1] لکھ مارے۔ جن میں انہوں نے سیدی وسندی و مولائی حضرت شیخ الحدیث مولانا محمد سرفراز خاں صفدر مدظلہ کے خلاف جی بھر کے اپنے حسد اور کینہ کا اظہار کیا ہے۔ چند اقتباسات ملاحظہ کیجئے۔

مولانا محمد سرفراز صاحب نہایت ہی ناقابل اعتماد آدمی ہیں۔ ان کا تمام کلام اور بحثیں ہیرا پھیری کی مرقع ہیں۔ وہ اس کارستانی میں ید طولیٰ رکھتے ہیں (اونچی دوکان ص۳۰)۔ مولانا سرفراز صاحب جھوٹ بولتے ہیں، کذاب ہیں، ہیرا پھیری کرتے ہیں۔ جرح کے تمام سنگین الفاظ ان پر منطبق ہوتے ہیں۔ (اونچی دوکان ص۳۱) میدان کے نامرد ہیں (اونچی دوکان ص۳۱)۔

لیکن جس گروہ کے ہر کس و ناکس کا مزاج گستاخانہ ہو۔ اس گروہ کے کسی ایک واعظ و ناصح سے شکوہ اور شکایت ہی بے کار ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اس گروہ کے ہر فرد کی زبان بے ہودہ اور قلم گستاخ ہے۔ اور یہ سب مطلق ترکِ تقلید کا نتیجہ ہے۔

اول تو ہمارے ملکی حالات ہمیں اجازت نہیں دیتے کہ فرقہ درایت کو ہوا دینے والے عناصر کی حوصلہ افزائی کی جائے۔ اور دوسرا ہمارا مذہب و اخلاق بھی ہمارے لیے شرعاً، اخلاقاً قانوناً اور عرفاً گالی دینے یا گالی کا جواب گالی سے دینے کو روا نہیں رکھتا۔ اور ہمارے اکابر کی روشن روایات بھی گستاخانہ انداز تحریر، بے ہودہ طرز تکلم، اور فرقہ وارانہ موضوع سخن اختیار کرنے کے معاملہ میں ہماری سرپرستی کرنے یا حوصلہ افزائی کرنے پر آمادہ نہیں۔ بلکہ ان کا لیے ورث اور بے داغ کردار ہمیں بہر حال اتحاد و اتفاق کی فضا کو برقرار رکھنے پر بہر صورت مجبور کرتا ہے۔

ان تمام ممانعات کے پیش نظر ہم ان نام نہاد مدعیان عمل بالحدیث کی گالیوں اور بیہودگیوں کا جواب دینا ضروری خیال نہیں کرتے۔ بلکہ صرف ان حقائق کو منظر عام پر لانا چاہتے ہیں۔ جن

---

[1] ان دونوں پمفلٹوں کے جواب زیر طبع ہیں۔ انشاءاللہ جلد منظر عام پہ آجائیں گے۔ بعجز

سے قصداً یا سہواً چشم پوشی اختیار کی گئی ہے۔ اور کی جا رہی ہے۔

چند دنوں سے اس گروہ نے قطب الارشاد، امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہیؒ کے بارے میں یہ پروپیگنڈہ شروع کر رکھا ہے کہ انہوں نے مرزا غلام احمد قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ اور اس الزام کی بنیاد انہوں نے بریلوی مکتبۂ فکر کے تاریخ سے ناآشنا مورخ جناب عبدالحکیم صاحب شرف قادری کی اس ایک درتی پر رکھی ہے جو "فتاویٰ قادریہ" کی ابتداء میں لگائی گئی ہے۔ چنانچہ اس میں شرف قادری صاحب فرماتے ہیں۔

ابوالقاسم رفیق دلاوری اپنی کتاب "رئیس قادیان" جلد دوم میں لکھتے ہیں کہ آخر گنگوہی صاحب نے بھی مرزا کی تکفیر پر اتفاق کر لیا تھا۔ جہاں تک فتاویٰ قادریہ کا تعلق ہے۔ اس سے اس اتفاق کا نشان تک نہیں ملتا۔ فتاویٰ رشیدیہ میں بھی ایسا کوئی عنوان نہیں ہے۔ اگر کوئی صاحب اس کی نشاندہی کریں تو تاریخ کے ایک طالبعلم ہونے کی حیثیت سے ہمیں اس کے قبول کرنے سے کوئی باک نہ ہوگا۔ (ابتدائیہ فتاویٰ قادریہ مطبوعہ مکتبہ قادریہ لاہور)

محترم قادری صاحب اگر تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اور تاریخ کے طالب علم ہونے کی حیثیت سے ان ناقابل تردید تاریخی حقائق کا مطالعہ فرمائیں گے۔ تو یقیناً ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ لیکن اس دنیا میں تعصب کا کوئی علاج نہیں۔

چونکہ اس مکروہ پروپیگنڈہ میں بریلوی اور غیر مقلدین دونوں گروہ شامل ہیں۔ اس لئے دونوں ہمارے مخاطب ہوں گے۔ ہم قارئین سے تو یہ التماس کریں گے کہ تعصب کی پٹی آنکھوں سے اتار کر اگر ان حقائق کا مطالعہ کیا گیا تو یقیناً یہ حقائق آپ کے لیے دلچسپی سے خالی نہیں ہوں گے۔ اور ساری حقیقت حال آنکھوں کے سامنے آشکارا ہو جائے گی۔ لیکن اس مکروہ پروپیگنڈہ میں ملوث حضرات سے ہم صرف اتنی عرض کریں گے۔ ؎

قیامت خیز افسانہ ہے پُر درد و الم میرا
نہ کھلواؤ زبان میری نہ اٹھواؤ قلم میرا

مقدمہ

علمارِ امت پر الزامات کی داستان یوں تو کافی طویل ہے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند کے علمار اہلسنت والجماعت خصوصاً اکابرین علمار دیوبند پر اتہامات کی داستان تو انتہائی المناک و شرمناک ہے۔ اتنے غلیظ بہتانات کہ شرافت و دیانت سر پیٹ کر رہ جائے۔ علمارِ امت سے ناراضگی۔ سلحار ملت سے بیزاری، شہدار آزادی کی تکفیر۔ پاکبازان امت کی مخالفت۔ راہنمایان ملت سے دشمنی، مجاہدین اسلام سے اظہار نفرت، اور اس کے لیے ان پر اتنے لچر اور بے ہودہ الزمات کہ انسانیت و شرافت سُن کر تلملا اٹھیں۔ دراصل اس کے پس منظر میں دو ایسے مشہور گروہوں کی سرگرمیاں مصروف عمل ہیں۔ جنہوں نے انگریزی اقتدار کی کوکھ سے جنم لیا۔ فرنگی سامراج کی گود میں پرورش پائی۔ سلطنتِ برطانیہ کے دارالا سلام میں عہد شباب کو پہنچے۔ اور ارباب حکومت کے سایہ شفقت میں زندگی لبسر کی۔

پہلا گروہ جس نے ترکِ تقلید کی آڑ میں جنم لیا۔ اور منکرین معجزات، منکرین ختم نبوت، منکرین حدیث اور منکرین حیاتِ عیسیٰؑ وغیرہ فتنوں کے لیے ایک مستقل دروازہ کھول دیا۔ نیچریت، قادیانیت اور چکڑالویت سب اسی گروہ نامراد کی پیداوار ہیں۔ جیسا کہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خان پوریؒ فرماتے ہیں۔

> اس زمانہ کے جھوٹے اہلِ حدیث، مبتدعین (بدعتی) مخالفین سلفِ صالحین، جو حقیقت مَاجَاءَ بِہِ الرَّسُوْل سے جاہل ہیں۔ وہ اس صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ اور روافض کے۔ جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز تھے کفر و نفاق کے لیے۔ اور مدخل ملاحدہ اور زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف۔ اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہل حدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہٖ مثل اہل تشیع کے۔
>
> نمبرا۔ دیکھو ملاحدہ نیچریہ[1] جو کفار اور منافقین ہیں وہ بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل

---

[1] یہ نسبت ہے سرسید احمد خاں کی طرف جو کہ غیر مقلد تھے۔ بحوالہ موج کوثر ص ۶۹

سے داخل ہوئے۔ اور انہیں کو گمراہ کر کے ان سے اپنا حصہ مفروض کامل اور وافی مثل شیطان کے لے گیا۔

نمبر۲۔ پھر ملاحدہ مرزائیہ قادیانیہ نکلے تو انہوں نے بھی انہی کے باب اور دہلیز اور مدخل سے داخل ہونا اختیار کیا۔ اور جماعت کثیرہ کو ان میں سے مرتد اور منافق بنا دیا۔

نمبر۳۔ اور جب ملاحدہ زنادقہ چکڑالویہ[1] نکلے تو وہ بھی انہی کی دہلیز اور دروازے سے داخل ہوئے۔ اور ایک خلق کو انہوں نے مرتد بنا دیا۔

نمبر۴۔ اور جب مولوی ثناء اللہ امرتسری سردار اہل حدیث) خاتمۃ الملحدین نکلا تو وہ بھی انہی جہال اہل حدیث کے باب سے اور دہلیز سے داخل ہو کر کیا جو کچھ کیا۔

کتاب التوحید والسنۃ صفحہ ۲۶۲

لیفٹیننٹ گورنر سر چارلس[2] نے اس گروہ کا مزاج بگاڑ کر رکھ دیا۔ اور ایسا لگا لگا کر یہ گروہ ہمیشہ

[1] یہ نسبت ہے عبد اللہ چکڑالوی کی طرف جو پہلے غیر مقلد تھے اور بعد میں منکر حدیث ہو گئے۔ موج کوثر ص۱

[2] سر چارلس کا تعارف: لیفٹیننٹ گورنر چارلس ایچی سن برصغیر میں برطانوی اقتدار کے دور میں متحدہ پنجاب کا گورنر تھا۔ اپنے مذہب عیسائیت کے معاملہ میں انتہائی سخت اور متعصب تھا ہمہ وقت برصغیر کے ہندو مسلم عوام کو عیسائی بنانے کے خواب دیکھتا رہتا تھا۔ اور اس کے لیے اپنے ہر اختیار کو داؤ پر لگانے کے لیے تیار تھا۔ اور مسلمانوں کو آپس میں لڑانا اس کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ اس کے لیے وہ مسلمانوں کے خوشامدی اور مفاد پرست طبقہ کو وہ تمام مراعات دینے پر آمادہ تھا جن سے مسلمانوں کی بدوجہد آزادی کو مجروح اور کمزور کیا جا سکے۔

چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم اور جماعت غیر مقلدین کے پیشوا جناب مولانا محمد حسین بٹالوی نے سر چارلس کی ان مراعات سے پورا پورا فائدہ اٹھایا۔ اور انگریز کے خلاف حرمت جہاد پر ایک رسالہ الاقتصاد فی مسائل الجہاد" کے نام سے تالیف کر دیا۔ جسے سر چارلس کی طرف منسوب و معنون کیا گیا۔ اور اس طرح فرنگی اقتدار کے ساتھ برملا اپنی عقیدت و محبت کا اظہار کیا گیا۔ کیونکہ کوئی بھی مؤلف یا مصنف اپنی تالیف اور تصنیف کو اپنی محبوب ترین ہستی کی طرف منسوب و معنون کرنے کی سعادت کا متمنی ہوتا ہے۔ رسالہ مذکورہ میں بٹالوی صاحب نے انگریزوں کے خلاف جہاد کو حرام قرار دے کر اس کے لیے دلائل پیش کئے۔ اور اس پر فخر کا اظہار کیا گیا کہ جو دلائل جہاد کی حرمت کے بارے میں میں نے پیش کئے ہیں وہ دوسرے لوگ (یعنی مرزا قادیانی وغیرہ)

کے لیے فروعی اختلافات میں الجھ کر رہ گیا۔ جن مسائل کو ائمہ امت نے کبھی استحباب وسنن سے زیادہ اہمیت نہیں دی تھی۔ اس گروہ کی طرف سے ان مسائل پر فرائض و واجبات کا لیبل لگا کر ائمہ امت کی تکفیر و تکذیب شروع کر دی گئی۔

لیکن اس کے برعکس مسلمانانِ برصغیر کی جدوجہد آزادی کا مذاق اڑانے کیلیے "الاقتصاد فی مسائل الجہاد" (یہ رسالہ امام ابوحنیفہؒ اکیڈمی فقیر والی ضلع بہاولنگر کی طرف سے دوبارہ شائع ہو چکا ہے) اور "ترجمانِ وہابیہ"، جیسی کتابیں مرتب کی گئیں۔ جن میں جہاد کی حرمت کے فتوے جاری کئے گئے۔ جہادِ آزادی میں حصہ لینے والے سنی، حنفی مسلمانوں کو فساد کی تہمتیں دے کر ان کا تمسخر اڑایا گیا۔ سلطنت برطانیہ کو خدا کی رحمت اور انعام قرار دیا گیا۔ اور اس کے عوض میں نہ صرف یہ کہ خراج تحسین وصول کیا گیا بلکہ باقاعدہ جاگیریں حاصل کی گئیں۔ اور جہاد کے خلاف مرتب کی جانے والی کتابوں کی نحر بر تشہیر کی گئی۔ جس کا فطری ردعمل اور منطقی نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ وہ مسلمان جو اتحاد و اتفاق کے ساتھ زندگی بسر کر رہے تھے۔ آپس میں ایک دوسرے کے خلاف دست و گریبان ہو کر رہ گئے۔ مساجد جھگڑوں کا اکھاڑہ بن کر رہ گئیں۔ ہر طرف ایک فساد برپا کر دیا گیا۔

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) پیش کرنے سے عاجز رہے ہیں۔ اس کتاب کی تالیف کے عوض میں دیگر مراعات کے علاوہ بٹالوی صاحب کو چار مربعہ زمین بھی ملی۔ (ملاحظہ ہو۔ سیرت ثنائی ص ، ہندوستان کی پہلی اسلامی تحریک ص اور ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی ص از ایوب قادری)

صرف اپنی کتاب کو سر چارلس کی طرف معنون کرنے پر ہی بٹالوی صاحب نے اکتفا نہیں کیا۔ بلکہ پوری جماعت غیر مقلدین کی طرف سے سر چارلس کو اس کے گورنری کے عہدہ سے معزولی پر جو ایڈریس دیا گیا۔ اس کا ذکر بھی یہاں دلچسپی سے خالی نہیں ہوگا۔ اس ایڈریس کا آخری اقتباس ملاحظہ فرمائیے۔

ہم باشندگان پنجاب علی الخصوص اہل حدیث کو جس قدر حضور کی مفارقت کا افسوس ہے۔ اس کے پورے اور سچے طور پر اظہار کیلئے ہم کافی لفظ نہیں پاتے۔ لہٰذا بجائے افسوس کے ہم اس اڈریس کے خاتمہ میں ان کلمات دعائیہ کی عرض پر اکتفا کرتے ہیں کہ خداوند عالم حضور فیض گنجور کو صحت و سلامتی کے ساتھ وطن مالوف پہنچائے۔ اور پھر بہت جلد حضور کو عہدہ گورنر جنرل پر مامور و معزز فرما کر ہندوستان میں لاوے۔ اور ہماری آنکھوں کو حضور کے دیدار فیض آثار سے منور کرے۔ آمین ثم آمین۔ بحوالہ اہل حدیث اور انگریز ص ۱۷

بر سر منبر ائمہ مجتہدین کے خلاف زبان درازیاں ہونے لگیں۔ ہر عربی و فارسی زبان حتیٰ کہ اردو دان تک مجتہد مطلق بن بیٹھا۔ اہل سنت والجماعت کی نمازوں کا برسرِ عام مذاق اڑایا گیا۔ حتیٰ کہ علماء امت اور صلحاء ملت اور صوفیاء کرام کی عبادات کا تمسخر تک اڑانے سے اجتناب اور گریز نہ کیا گیا۔ مطلقاً تقلید کو شرک قرار دے کر امت کے اجماعی عقیدہ سے عام بغاوت کی گئی۔ اور امت کے تمام ائمہ محدثین و مفسرین (جیسے امام بخاریؒ شافعی۔ امام مسلمؒ شافعی۔ امام ابو داؤدؒ حنبلی۔ علامہ ابن عبد البرؒ مالکی۔ امام ابن تیمیہؒ حنبلی۔ امام ابن کثیرؒ شافعی۔ امام عبد اللہ بن مبارکؒ حنفی۔ امام ابو یوسفؒ حنفی۔ امام محمدؒ حنفی۔ امام ملا علی قاریؒ حنفی۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ حنفی۔ امام زفرؒ حنفی۔ امام طحاویؒ حنفی۔ امام شاہ ولی اللہؒ حنفی۔ حضرت شیخ عبد القادر جیلانیؒ حنبلی۔ شاہ عبد العزیز دہلویؒ حنفی۔ حضرت معین الدین چشتی اجمیریؒ حنفی۔ حضرت علی ہجویری داتا گنج بخشؒ حنفی۔ سید احمد شہیدؒ حنفی۔ شاہ اسماعیل شہیدؒ حنفی وغیرہ) پر شرک و بدعت کی تہمت رکھ کر نہ صرف اسلام کے دامن عفت و عصمت کی دھجیاں بکھیری گئیں۔ بلکہ اسلام کی چودہ سو سالہ تاریخ کا سرمایہ حیات تباہ کرنے کی مذموم جسارتیں کی گئیں۔

یہ علماء حق بالخصوص علماء دیوبند کا عظیم کارنامہ ہے کہ انہوں نے فرنگی سامراج کی اس گمراہ کن سازش کو ملت اسلامیہ کے سامنے بے نقاب کیا۔ اور مسلمانوں کے ایمان کو ان فرنگی لٹیروں اور اس کے ماشیہ برداروں سے بچانے کے لیے باقاعدہ عملی جدوجہد کی۔ چنانچہ اس فرقہ کی انہی خطرناک اور اسلام دشمن سرگرمیوں کی وجہ سے تمام جید علماء ہند اور علماءِ حجاز کی طرف سے یہ فتویٰ مشترکہ طور پر جاری ہوا کہ مساجد کے اندر فساد برپا کرنے والے اور مسلمانوں کے اتحاد و اتفاق کے خلاف سرگرمیاں جاری کرنے والے ان فسادی لوگوں کا داخلہ اہلِ سنت والجماعت کی مساجد میں بند کر دیا جائے کیونکہ یہ لوگ فساد مچانے والے اور گستاخ ہیں۔ اہلِ سنت ان کو اپنی مساجد میں داخل ہونے کی اجازت نہ دیں کیونکہ یہ انگریز کے ایجنٹ ہیں۔ ان کا کام مساجد میں فساد پیدا کرنے کے سوا کچھ نہیں۔ انہوں نے ملت اسلامیہ کے اتحاد کو پارہ پارہ کیا اور مساجد کو جھگڑوں کا اکھاڑہ بنا دیا ہے۔ اور آئے دن مساجد میں ہنت نئے جھگڑے پیدا کرتے رہتے ہیں۔ علماءِ ہند اور علماء حجاز کا یہ فتویٰ پہلے "انتظام المساجد" کے نام سے اور دوسری بار "جامع الشواہد" کے نام سے شائع ہوا۔ اس فتویٰ نے اس فرقہ کی حیثیت اور ساکھ کو ختم کر کے رکھ دیا۔ چنانچہ اس موقع پر اس فرقہ کے پیشواؤں کو اپنے آقائے ولی النعمت اقتدار

برطانیہ کا سہارا لینا پڑا۔ فرنگی اقتدار کی چوکھٹ پر بہنے والے آنسو۔ اور وفاداری کے سپاسنامے کام کر گئے۔ اور فرنگی سازش کے تحت انہیں دوبارہ مساجد میں گھس کر فساد مچانے کا موقع مل گیا۔

دوسرا گروہ | نازو نعمت میں پرورش پانے والے دوسرے گروہ نامراد کو کچھ تو بچپن کے لاڈ پیار نے بگاڑا۔ کچھ جنرل اڈوائر[ل] جیسے سفاک اور قاتل انسانیت کی سرپرستی نے حوصلہ دیا۔ کچھ ملکہ برطانیہ

ل جنرل اڈوائر کا تعارف | ۱۹۱۹ء میں جب پنجاب بھر میں بغاوت و سرکشی کی آگ بھڑک اٹھی۔ تحریک آزادی کے شعلوں نے پورے ملک کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ دیگر تمام اضلاع کی طرح امرتسر میں بھی آزادی کی شورش برپا ہوگئی۔ گورنمنٹ برطانیہ نے اس بغاوت کو دبانے کے لیے امرتسر میں جنرل اڈوائر کی ڈیوٹی لگائی۔ جو ۱۲ را اپریل کو امرتسر پہنچا۔ اور پہنچتے ہی جلسے اور جلوسوں پر پابندی عائد کر دی۔ ۱۳ را اپریل کو حریت پسندوں نے جلیانوالہ باغ میں جلسۂ عام کا اعلان کر دیا۔ عین اس وقت جب کہ جلسہ اپنے پورے عروج پر تھا۔ اور جلسہ میں پندرہ ہزار (۱۵۰۰۰) سے زائد لوگ موجود تھے۔ جنرل اڈوائر نے جلسہ گاہ کو چاروں طرف سے گھیر کر فائرنگ کا حکم دے دیا۔ اور لوگوں کے لیے بھاگنے اور نکلنے کے تمام راستے مسدود کر دیئے گئے۔

چاروں طرف سے فائرنگ شروع ہوگئی۔ جو کئی گھنٹے تک مسلسل جاری رہی۔ سرکاری اعلان کے مطابق یہ فائرنگ اس وقت تک ہوتی رہی۔ جب تک فوج کے پاس سے گولیاں اور کارتوس ختم نہیں ہو گئے۔ سینکڑوں انسان حصولِ آزادی کے جرم میں موقع پر قتل کر دیئے گئے۔ ہزاروں زخمی ہوئے۔ اور ستم بالائے ستم یہ کہ اگلے دن تک زخمی اور لاشیں اٹھانے کی اجازت بھی نہیں دی گئی۔ مسٹر ایڈورڈ ٹامس اس پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔ "ہمارے دشمنوں نے جلیانوالہ باغ کے مقتولین کی تعداد بھی بڑھا چڑھا کر پیش کی ہے۔ چنانچہ وہ اصرار کے ساتھ کئی ہزار کی تعداد بتاتے ہیں۔ اگرچہ مجھے ان کی صحیح تعداد یاد نہیں۔ مگر اس میں کوئی شک نہیں کہ چند منٹوں میں پندرہ سو (۱۵۰۰) انسانوں کو موت کی گھاٹ اتار دیا گیا۔" (انقلاب ۱۸۵۷ء کی تصویر کا دوسرا رخ۔ صفحہ ۱۲۰)

پندرہ سو (۱۵۰۰) انسانوں کی موت کا اعتراف تو انگریز مؤرخین نے بھی کیا ہے۔ جب کہ اس کی اصل تعداد اس سے کہیں متجاوز تھی۔ لیکن سفاکی اور درندگی کی انتہا ہے کہ جنرل اڈوائر اس انسانی قتل پر نادم ہونے کی بجائے اسے اپنا اخلاقی فرض اور کارنامہ قرار دیتا ہے۔ چنانچہ لکھتا ہے۔

میں خیال کرتا ہوں کہ یہ فائروں کی قلیل ترین مقدار تھی۔ جس سے وہ دور رس اخلاقی اثر پیدا ہوتا جس کا مہیا کرنا میرا فرض تھا۔ اگر زیادہ فوج اس وقت مہیا ہوتی تو نسبتاً نقصانِ جان بھی زیادہ ہوتا۔ (بحوالہ

بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر۔

بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ

علماء حق اور ان کے مجاہدانہ کارنامے ۔ ج ۱ ص ۷ ۔

اس سفاک اور درندہ صفت انسان جنرل اڈوائر کو پنجاب کے تیس[۳] سے زیادہ بریلوی پیروں، گدی نشینوں اور سجادہ نشینوں نے مل کر وفاداری کا سپاسنامہ پیش کیا۔ اس کے ساتھ محبت وعقیدت کی پینگیں بڑھائیں۔ اسے وفاداری کے پورے پورے علفیہ ثبوت فراہم کئے اور اس حقیقت کو قطعی طور پر نظر انداز کر دیا گیا کہ اس کا دامن کتنے ہی بے گناہ شہدائے آزادی کے مقدس لہو سے آلودہ ہے۔ کتنے پاکیزہ اور مظلوم انسانوں کا خون اس کے سفاک ہاتھوں سے ٹپک رہا ہے۔ ان ناعاقبت اندیش اور دنیا پرست پیروں کو تو صرف برطانوی اقتدار کی نظر عنایت چاہیے تھی۔ جو انہیں مل گئی۔ اور اس کے لیے ان ظالموں نے خون شہداء سے غداری کو بھی گوارا کر لیا۔

یہاں ہم اس طویل سپاسنامہ کا صرف ایک اقتباس نقل کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیں۔

حضور انور (یعنی جنرل اڈوائر) جن کی ذات عالی صفات میں قدرت نے دلجوئی، ذرہ نوازی اور انصاف پسندی کوٹ کوٹ کر بھر دی ہے۔ ہم خاکساران باوفا کے اظہار دل کو توجہ سے سماعت فرما کر ہمارے کلاہ فخر کو چار چاند لگا دیں گے ..... جب ہم بے نظیر برطانوی انصاف کو دیکھتے ہیں جس کی حکومت میں شیر اور بکری ایک گھاٹ پر پانی پی رہے ہیں تو پھر ہر طرف احسان ہی احسان دکھائی دے رہا ہے ؎

بہشت آنجا کہ آزارے نباشد کسے را با کسے کارے نباشد

..... ہم سچ عرض کرتے ہیں کہ جو برکات ہمیں اس سلطنت کی بدولت حاصل ہوئیں اگر ہمیں عمر خضر بھی نصیب ہو تو ہم ان احسانات کا شکریہ ادا نہیں کر سکتے۔ ہندوستان کے لیے سلطنت برطانیہ ابر رحمت کی طرح نازل ہوئی۔ اور ہمارے ایک بزرگ نے جس نے پہلے زمانہ کی خانہ جنگیاں اور بدامنیاں اپنی آنکھوں سے دیکھی تھیں۔ اس سلطنت کا نقشہ ان الفاظ میں کھینچا ہے۔ ؎

ہوئیں بدنظمیاں سب دور انگریزی عمل آیا بجا آیا بہ استحقاق آیا برمحل آیا۔

..... ہم حضور سے درخواست کرتے ہیں کہ جب حضور وطن کو تشریف لے جائیں تو اس نامور تلبدار ہندوستان کو یقین دلائیں کہ چاہے کیسا ہی انقلاب کیوں نہ ہو ہماری وفاداری میں سرمو فرق نہ آیا ہے اور نہ آ سکتا ہے اور ہمیں یقین ہے کہ ہم اور پیروان اور مریدان فوجی وغیرہ جن پر سرکار برطانیہ کے بے شمار احسانات ہیں ہمیشہ سرکار کے حلقہ بگوش اور جانثار رہیں گے ..... ہماری خوش نصیبی ہے کہ حضور (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) کے جانشین سر ایڈورڈ میکلیگن بالقابہم جن کے نام نامی سے پنجاب کا بچہ بچہ واقف ہے۔ جن کا حسن اخلاق۔ رعایا نوازی میں شہرۂ آفاق ہے جو ہمارے لئے حضور کے پورے نعم البدل ہیں ہم ان کا دلی خیر مقدم کرتے ہیں۔ اور ان کی خدمت میں یقین دلاتے ہیں کہ ہم مثل سابق اپنی عقیدت و وفاداری کا ثبوت دیتے رہیں گے۔ (بحوالہ تکفیری افسانے ص ۱۳۱ تا ۱۳۵)

علامہ ڈاکٹر اقبال مرحوم نے انہی جیسے پیروں اور ملاؤں کے متعلق فرمایا کہ ؎

ملا کو جو ہے ہند میں سجدے کی اجازت
ناداں سمجھتا ہے کہ اسلام ہے آزاد

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔ ؎

فتنۂ ملت بیضا ہے امامت اس کی
جو مسلماں کو سلاطیں کا پرستار کرے۔

حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاریؒ کو اس سپاسنامے کا علم ہوا تو آپ بے حد مغموم ہوئے اور تین دن تک ملتان کے باغ لنگے خاں میں اس سپاسنامہ کے خلاف تقریر کرتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔

اے پیران طریقت یہ سپاسنامہ فرنگی کے حضور پیش کر کے آپ نے اپنے آباؤ اجداد کی تعلیم، ان کے اصول، ان کی روحانی زندگی پر وہ کالک مل دی ہے کہ قیامت تک وہ داغ نہیں دھویا جا سکتا اور نہ یہ سیاہی مٹ سکتی ہے۔ اگر میں ابن سعود کی حمایت کروں تو کافر اور تم ترکوں کے قتل پر دستخط کرو تو مومن!۔

تم فتح بغداد پر چراغاں کرو تو مسلمان اور میں فرنگی سے آزادی کے لیے لڑوں تو مجرم! تمہارے تعویذ، تمہاری دعائیں کافر انگریز کی فتح کی آرزومند رہیں۔ میں سلطنت برطانیہ کی بنیاد اکھاڑنے پر رہا! تم نے انسانوں سے زیادہ کتوں اور سوروں کی قدر کی اور گناہ کو ثواب کا درجہ دیا۔ تمہاری قبائیں خون مسلم سے داغدار ہیں۔

اے دم بریدہ سگان برطانیہ! صور اسرافیل کا انتظار کرو۔ کہ تمہاری فرد جرم تمہارے سامنے لائی جائے۔ اور تم اپنے نامہ اعمال کو ندامت کے آئینے میں دیکھ سکو۔ تمہاری تسبیح کا ایک ایک دانہ تمہارے فریب کا آئینہ دار ہے۔ تمہاری دستار کے پیچ و خم میں ہزاروں پاپ جنم (بقیہ حاشیہ اگلے صفحہ پر)

کی خصوصی نظرِ عنایت کام کر گئی۔ اور کچھ غیر ملکی آقاؤں سے دادِ شجاعت ملی تو حوصلے جوان ہو گئے برطانوی احسانات و انعامات کا اضافہ ہوا تو تخریبی مشن تیز تر ہو گیا۔ فتویٰ نویسی کا سرکاری قلم دان ہاتھ لگا تو بے باکیاں کچھ اور بڑھ گئیں۔ شوخیوں میں اضافہ ہوا تو بے رخی دو چند ہو گئی۔ ان کے لاڈلے نے حضرت کا روپ دھارا۔ اور پھر رفتہ رفتہ ترقی ملی تو مجدد کے لبادے میں اعلیٰ حضرت کا ظہور ہوا۔

اور پھر اس کے بعد وہ سب کچھ ہوا جو ہرگز نہیں ہونا چاہیئے تھا۔ مشرکانہ عقائد پر عشقِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے خوشنما نقاب ڈال کر شرک کی سرپرستی کی گئی۔ ہندوؤں کی ایجاد کردہ اکثر و بیشتر بدعات و رسومات پر محبت اسلامی کا لیبل لگا کر انہیں مسلمانوں میں رائج کیا گیا۔ اولیاء اللہ سے محبت کا ڈھونگ رچا کر سادہ لوح مسلمانوں کے دلوں میں قبر پرستی کی رغبت پیدا کی گئی۔ سنت کو بدعات کی اوٹ میں چھپا دیا گیا۔ ہر نبی اور ہر ولی کے ساتھ خدائی صفات (علم غیب، مشکل کشا، حاجت روا، مختارِ کل، حاضر و ناظر وغیرہ) متصف کر کے مشرکین مکّہ کے عقائد باطلہ کی تجدید کی گئی۔ (معاذ اللہ تعالیٰ)

علماءِ امت اور مجاہدینِ آزادی کی تکفیر۔

اور اس پر ستم یہ کہ شرک و بدعات کی مخالفت کرنے والے، توحید و سنت کی اشاعت کرنے والے۔ اور ظالم و جابر برطانیہ کے خلاف جہاد کرنے والے علماءِ حق کو وہابیت کی برطانوی سند اور گستاخی کی خانہ ساز تہمت دے کر بدنام کرنے کی کوشش کی گئی۔ اور پھر برصغیر کا ہر انگریز دشمن مسلمان اس سرکاری گروہ کے سرکاری مجدد کے سرکاری فتویٰ تکفیر کی چکی میں پس کر رہ گیا گویا!

تم ہوئے، ہم ہوئے، کہ میر ہوئے
اس کے فتووں کے سب اسیر ہوئے (تغیر)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ) لیتے ہیں اور تم انہیں دیکھتے ہو۔ مگر تمہاری زبانیں گنگ ہیں کہ ان کی موت پر آنسو تک نہیں بہتے۔ وقت کا انتظار کرو کہ شاید تمہاری پیشانیوں کے محراب کی سیاہی تمہارے چہروں کو مسخ کر دے۔ اور تمہارا زہد و تقویٰ ہی تمہاری رسوائی کا باعث بن جائے۔
(بحوالہ حیات امیر شریعت ص ۹۸ ملخص)

حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلویؒ۔ شاہ عبدالعزیز محدث دہلویؒ۔ سید احمد بریلوی شہیدؒ شاہ اسماعیل شہیدؒ سے لے کر حضرت نانوتویؒ۔ مولانا گنگوہیؒ، مولانا تھانویؒ۔ حضرت شیخ الہندؒ، مولانا مدنیؒ، مولانا ابوالکلام آزادؒ، مولانا محمد علی جوہرؒ، اور علامہ ڈاکٹر محمد اقبال مرحوم تک کوئی بھی مذہبی و سیاسی راہنما، آزادیٔ وطن کا کوئی بھی مجاہد، اقتدار برطانیہ کا کوئی بھی دشمن، اور حریتِ فکر کا کوئی بھی جانثار، اس سرکاری فتویٔ کفر سے محفوظ نہ رہ سکا۔ غرضیکہ مسلمانوں کو کافر بنانے کی مہم اس قدر تیز کر دی گئی کہ علامہ شبلی نعمانیؒ بھی چیخ اٹھے۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں۔

اک مولوی صاحب سے کہا میں نے کہ کیا آپ ۔۔۔ کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہیں ہیں
آمادۂ اسلام ہیں لندن میں ہزاروں ۔۔۔ ہر چند ابھی مائل اظہار نہیں ہیں
افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہیں پیدا ۔۔۔ یا ہیں تو بقول آپ کے دیندار نہیں ہیں
کیا آپ کے زمرہ میں کسی کو نہیں یہ درد ۔۔۔ کیا آپ بھی اس کے لیے تیار نہیں ہیں
جھنجھلا کے کہا یہ کہ یہ کیا سوءِ ادب ہے ۔۔۔ کہتے یہ بیہودہ باتیں جو سزاوار نہیں ہیں

کرتے ہیں شب و روز مسلمانوں کی تکفیر
بیٹھے ہوئے کچھ ہم بھی تو بے کار نہیں ہیں

بحرالرحیان ۳ر دسمبر ۱۹۶۲ء

علماءِ دیوبند پر الزامات کی حقیقت

ان نامراد گردہوں نے عرصۂ دراز سے اکابرینِ اہلِ سنت والجماعت علماءِ دیوبند کو خصوصاً اپنا مشقِ ستم بنا رکھا ہے۔ اور ان پر بے بنیاد الزامات عائد کر کے ان کے تبلیغی، تعمیری اور اصلاحی معاشرتی کاموں کے راستے میں طرح طرح کی رکاوٹیں کھڑی کی جارہی ہیں۔ کبھی ان پر مخالفتِ سنت کی تہمت، کبھی اندھی تقلید کا الزام، کبھی شرک فی الرسالت کا بہتان۔ کبھی توہینِ انبیاء کرام علیہم السلام کا الزام۔ کبھی کذبِ باری تعالیٰ کا اتہام۔ کبھی انکارِ ختمِ نبوت کا جھوٹ کبھی انکارِ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم فی القبر کا بہتان۔ کبھی سماعِ صلوٰۃ و سلام عند القبر کا الزام۔ کبھی انکارِ توسلِ بزرگانِ دین کا بہتان۔ اور کبھی توہینِ اولیاء اللہ کا فریب دے کر عوام الناس کو ان سے بدظن کرنے کی ناکام مگر مذموم کوششیں ہو رہی ہیں۔ تاکہ عالم اسلام میں علماءِ دیوبند

جو اسلام کی خدمات سرانجام دے رہے ہیں۔ ان کے راستے میں رکاوٹیں کھڑی کر کے اسلام کی ترقی کے راستے مسدود کر دیئے جائیں[1]۔

حتیٰ کہ عالم اسلام کی سب سے عظیم، مخلص، بے ضرر اور خالص مذہبی تنظیم "تبلیغی جماعت" کے خلاف عوام میں تنفر پیدا کرنے کے لیے ایک مستقل محاذ قائم کر دیا گیا ہے۔ اور اس پر پابندی کے مطالبات برملا کئے جا رہے ہیں۔ رائیونڈ کے عالمی تبلیغی اجتماع (جو بلا مبالغہ حج کے بعد دنیا کا سب سے بڑا اسلامی اجتماع ہوتا ہے) کے مقابلہ میں تخریبی اجتماعات منعقد کیے جا رہے ہیں۔ اور پھر یہ بات بھی باعث حیرت ہے کہ رائیونڈ کے عالمی تبلیغی مرکز کے خلاف تنفر پیدا کرنے والے خود ہر سال رائیونڈ کا رُخ کر رہے ہیں۔ اور اسے اگر ایک قدرتی انتقام قرار دیا جائے تو بے جا نہ ہوگا کہ چند سال قبل رائیونڈ جانے کو شرک اور کفر قرار دینے والے آج خود اسی کفر میں مبتلا ہو کر رہ گئے ہیں۔ اور رائیونڈ چلو، رائیونڈ چلو کی صدائیں بلند کر رہے ہیں۔

دین کے ان نام نہاد ٹھیکیداروں نے مساجد میں اپنی مذہبی اجارہ داری قائم کر کے تبلیغی جماعت کے مخلص دبے لوث مبلغین کے لیے اپنی مساجد میں داخل ہونے کی پابندی عائد کر رکھی ہے۔ ان کے لیے مساجد کے دروازے بند کر دیئے گئے ہیں۔ فتنہ پرور، پیشہ ور مقررین کے لیے اور ملت اسلامیہ کے اتحاد و اتفاق کو پارہ پارہ کرنے والے مفاد پرست پیروں کے لیے تو ان مساجد کے دروازے ہر وقت کھلے رہتے ہیں۔ لیکن اگر تبلیغی جماعت کے مخلص مبلغین خالص دین اسلام کی تبلیغ کے لیے ان مساجد میں چلے گئے تو ان کے بستر اور سامان اٹھا کر مسجد سے باہر پھینک دیئے گئے۔ لیکن اس سے کیا فائدہ۔ کیونکہ الحق یعلو ولا یعلیٰ۔ عرفی نے کیا ہی اچھا کہا ہے۔ ؎

عرفی تو میندیش زغوغائے رقیباں   آواز سگاں کم نہ کند رزق گدارا

---

[1] ان مذکورہ تمام الزامات کی حقیقت دیگر علماءِ دیوبند کے علاوہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے اپنی کتب راہ سنت، تسکین الصدور، عبارات اکابر، دل کا سرور، راہ ہدایت، گلدستہ توحید، آنکھوں کی ٹھنڈک اور سماع موتی وغیرہ میں بیان کر دی ہے۔ اور قرآن و سنت و فقہ کی روشنی میں واضح کر دیا ہے کہ سُنّی حنفی مسلمان کون ہیں۔ اور مشرک و بدعتی کون۔

باب اوّل

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ اما بعد:

کچھ عرصہ سے مخالفین ومعاندین مبتدعین نے ایک عجیب وغریب اور انوکھا شوشہ چھوڑا ہے۔ اور اس میں ضرورت سے زیادہ شدت اختیار کی جا رہی ہے۔ جس کا ذکر اس سے پہلے نہ کسی مؤرخ نے کیا۔ اور نہ کسی معترض نے اس سے پہلے ایسا کوئی اعتراض کیا۔ حتیٰ کہ مولوی احمد رضا خاں بریلوی صاحب (جو علماء دیوبند کی مخالفت میں ید طولیٰ رکھتے ہیں۔ اور من گھڑت وخانہ ساز الزامات عائد کرنے میں انہیں مہارت تامہ حاصل ہے۔ حتیٰ کہ جعلی فتوے تک شائع کرنے میں کوئی عار اور باک محسوس نہیں کرتے) کو بھی یہ اعتراض نہ سوجھا۔ جو مبتدعین جدیدہ کی طرف سے عام کیا جا رہا ہے۔

مبتدعین کی طرف سے الزام ہے کہ امام ربانی حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی نے مرزا قادیانی آنجہانی کے خلاف کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ (لعنۃ اللہ علی الکاذبین) ضروری ہے کہ اس الزام کا تاریخی پس منظر سامنے لایا جائے۔ تاکہ حقائق وواقعات سے چشم پوشی کرنے والے مفتری مبتدعین کی تاریخ دانی اور دیانت وشرافت کی حقیقت معلوم ہو۔ اور سچ اور جھوٹ کے درمیان تمیز پیدا ہو سکے۔ ؎

ہمیں تو امتحان لینا ہے تیرے ظرف کا ساقی
وگرنہ چھین لینا ہاتھ سے ساغر بھی آتا ہے

مرزا غلام احمد قادیانی کا مختصر تعارف

مرزا غلام احمد قادیانی، سکھ دربار کے ایک جرنیل مرزا غلام مرتضیٰ کے بیٹے تھے۔ ۱۳ فروری ۱۸۳۵ء کو بمقام قادیان پیدا ہوئے (مرزا صاحب کہتے ہیں میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ بسلسلہ انشیر) جو ضلع گورداسپور کا ایک گاؤں ہے جس میں

واحد مالک کی حیثیت اس خاندان کو حاصل تھی۔ مرزا غلام احمد نے فارسی اور عربی زبانوں کی تعلیم گھر پر پائی۔ کسی قسم کی مغربی تعلیم کا سراغ نہیں ملتا۔ ۱۸۶۴ء میں ان کو عدالت ضلع سیالکوٹ میں ایک نوکری (عرضی نویس کی۔ بشیر) مل گئی۔ جہاں وہ چار سال تک کام کرتے رہے۔ جب ان کے والد کا انتقال ہو گیا۔ تو انہوں نے اپنے آپ کو سرتاپا دینیات کے مطالعہ کے لیے وقف کر دیا۔ اور ۱۸۸۰ء اور ۱۸۸۴ء کے درمیان اپنی مشہور کتاب "براہین احمدیہ" چار جلدوں میں لکھی۔ کچھ مدت بعد چند اور کتابیں بھی تصنیف کیں۔ اس زمانے میں شدید مذہبی مناقشے اور مناظرے جاری تھے۔ اسلام پر نہ صرف عیسائی مشنری ہی پے در پے حملے کر رہے تھے۔ بلکہ ہندوؤں کی مقبول عام تحریک آریہ سماج کے پرچارک بھی اس مشغلے میں مصروف تھے۔ مارچ ۱۸۸۲ء میں مرزا غلام احمد نے دعویٰ کیا کہ انہیں الہام ہوا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ نے انہیں ایک خاص مقصد تفویض کیا ہے دوسرے لفظوں میں گویا وہ مامور من اللہ ہیں۔ ۱۸۸۹ء میں پھر انہوں نے ایک الہام کی بنا ر پر اپنے مؤیدین سے بیعت کا مطالبہ کیا۔ ۱۸۹۰ء کے اواخر میں مرزا صاحب کو پھر الہام ہوا کہ یسوع ناصری (عیسیٰ بن مریم) نہ صلیب پر فوت ہوئے نہ آسمان کی طرف اٹھائے گئے۔ بلکہ جب وہ صلیب پر زخمی ہو گئے تو ان کے شاگردوں نے انہیں اس مجروح حالت میں صلیب پر سے اتار لیا۔ اور ان کے زخموں کا علاج کیا۔ اس کے بعد وہ کشمیر چلے گئے۔ اور وہیں طبعی موت مر گئے۔ یہ عقیدہ غلط ہے کہ وہ روز قیامت کے قریب اپنے اصل جسم عنصری کے ساتھ دوبارہ ظاہر ہوں گے۔ ان کے دوبارہ ظہور کے وعدے کا مطلب صرف یہ ہے کہ عیسیٰ بن مریم کے صفات و اخلاق رکھنے والا ایک اور شخص اُمت محمدیہ میں پیدا ہو گا۔ یہ وعدہ پورا ہو چکا ہے۔ اور مرزا غلام احمد ہی وہ مثیلِ عیسیٰ اور مسیح موعود واقع ہوئے ہیں۔ اس عقیدے کی اشاعت پر مسلمانوں میں اضطراب پیدا ہو گیا۔ کیونکہ یہ اس عام مسلمہ عقیدے کے منافی تھا کہ عیسیٰ ابن مریم جسم عنصری کے ساتھ آسمان سے اتریں گے۔ چنانچہ علمائے دین نے اس کی شدید مخالفت شروع کر دی۔ اس کے بعد مرزا صاحب نے "مہدی موعود" ہونے کا دعویٰ بھی کیا۔ اور اعلان کیا کہ میں ایسا مہدی نہیں جو جنگ و خونریزی میں مصروف ہو جاؤں۔ بلکہ میں مہدی معقول ہوں۔ اور دلائل و براہین کی قوت سے اپنے مخالفین کو مغلوب کروں گا۔ اس نئے

دعوے سے مرزا صاحب کی مخالفت زیادہ بھڑک اٹھی۔ اور علمائے دین ان کے خلاف کفر کے فتوے صادر کرنے لگے۔ ۱۹۰۰ء میں مرزا صاحب نے ایک اور عقیدے کا اظہار کیا۔ کہ آج کے بعد جہاد بالسیف کا قصہ ختم ہے۔ اب جہاد اس پر موقوف ہے کہ مخالف کو دلیل و برہان سے قائل کرنے کی کوشش کی جائے۔ ۱۹۰۱ء میں مرزا صاحب نے "ظلی نبی" ہونے کا دعویٰ کیا اور "ایک غلطی کا ازالہ" کے عنوان سے ایک اشتہار شائع کیا۔ جس میں بتایا کہ ختم نبوت کے عقیدے کا مطلب یہ ہے کہ پیغمبر اسلام صلعم کے انتقال کے بعد کوئی ایسا نبی پیدا نہ ہوگا۔ جو کسی نئی شریعت کا حامل ہو۔ لیکن کسی غیر تشریعی نبی کا ظہور عقیدہ ختم نبوت کے خلاف نہیں ہے۔ نومبر ۱۹۰۴ء میں مرزا صاحب نے سیالکوٹ کے ایک جلسہ عام میں "مثیل کرشن" ہونے کا بھی دعویٰ کیا۔
بحوالہ رپورٹ تحقیقاتی عدالت فسادات پنجاب ۱۹۵۳ء ص ۹،۱۰

گویا ۱۸۸۰ء سے ۱۹۰۴ء تک چوبیس ۲۴ سال کے عرصہ میں مرزا صاحب نے ان درج ذیل دعووں کا اظہار کیا۔

- نمبر ۱۔ ۱۸۸۲ء میں دعویٰ مجددیت مامور من اللہ۔
- نمبر ۲۔ ۱۸۹۰ء میں دعویٰ مسیح ابن مریم۔
- نمبر ۳۔ ۱۸۹۱ء کے بعد دعویٰ مہدیت۔
- نمبر ۴۔ ۱۹۰۱ء میں "ظلی اور غیر تشریعی" نبوت کا دعویٰ۔
- نمبر ۵۔ ۱۹۰۴ء میں "مثیل کرشن" ہونے کا دعویٰ۔

اپنے پہلے دعوے کے متعلق مرزا صاحب لکھتے ہیں۔
"یہ عاجز حضرت قادر مطلق جل شانہٗ کی طرف سے مامور ہوا ہے"۔ (براہین احمدیہ ص ۸۲)

مولانا محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں۔
"مرزا غلام احمد قادیانی نے شہر لدھیانہ میں آکر ۱۳۰۱ھ ہجری میں دعویٰ کیا کہ میں مجدد ہوں"۔ (فتاویٰ قادریہ ص ۱)

پھر اس پہلے دعوے کے بعد بتدریج تبدیلیاں پیدا ہوتی رہیں۔ سرکاری ترقی ملی تو مجدد سے مسیح ابن مریم بن گیا۔ پھر ترقی سگنل ہوا تو مسیح موعود سے مہدی بن گیا۔ مزید اشارہ ملا تو محدثیت

کا گُل کھلایا۔ تو حسبِ ضرورت بوئی تو محدثیت پر نبوت کا لیبل لگا کر نبوت کا دعویٰ کر دیا۔ اور ساتھ ہی یہ اعلان کر دیا کہ میں نبی تو ہوں مگر بروزی، ظلی اور غیر تشریعی۔ لیکن ۱۹۰۰ء میں شریعت محمدیہ کے بنیادی عقیدہ جہاد کی تنسیخ کا اعلان کر کے مرزا صاحب نے عملاً ثابت کر دیا کہ وہ اپنے آپ کو غیر تشریعی اور ظلی نبی نہیں سمجھتے بلکہ تشریعی نبوت کے مدعی ہیں۔

مرزا قادیانی کے لاہوری گروپ کے معتقد اگرچہ اب تک اس بات پر مصر ہیں کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا بلکہ مجددیت کا دعویٰ کیا ہے۔ ان کے اختلاف کا پس منظر کچھ یوں ہے۔

جب ۱۹۰۸ء میں مرزا صاحب کا انتقال ہو گیا۔ تو مولوی نورالدین (بھیروی) جماعت احمدیہ کے خلیفہ اول مقرر ہوئے۔ ۱۹۱۴ء میں خلیفہ نورالدین کا بھی انتقال ہو گیا۔ اور مرزا غلام احمد کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود احمد (موجودہ امام جماعت ۱۹۵۳ء میں بشیر) خلیفہ ثانی قرار پائے۔ مرزا بشیر الدین محمود احمد کی مسند نشینی پر جماعت میں پھوٹ پڑ گئی۔ جماعت کا ایک حصہ خواجہ کمال الدین اور مولوی محمد علی کی سرکردگی میں الگ ہو گیا۔ اور ایک علیحدہ پارٹی "لاہوری پارٹی" کے نام سے وجود میں آگئی۔ دونوں پارٹیوں میں فرق یہ ہے کہ قادیانی پارٹی کے عقیدے میں مرزا غلام احمد نبی ہیں۔ لیکن لاہوری پارٹی مرزا صاحب کو یہ درجہ دینے پر آمادہ نہیں۔ اس کے نزدیک مرزا صاحب زیادہ سے زیادہ ایک مجدد یا محدث ہیں۔ (رپورٹ تحقیقاتی عدالت ص ۹)

لیکن ان کا یہ دعویٰ درست نہیں کہ مرزا قادیانی نے نبوت کا دعویٰ نہیں کیا۔ کیونکہ اس کی بیشتر کتب کے علاوہ "ایک غلطی کا ازالہ" میں صراحت کے ساتھ دعویٰ نبوت و رسالت موجود ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

هُوَ الَّذِیْ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰی وَدِیْنِ الْحَقِّ الخ میں صاف طور پر اس عاجز کو رسول کر کے پکارا گیا ہے۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۳)

نیز لکھتے ہیں۔

مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَالَّذِیْنَ مَعَهٗ الخ اس وحی الٰہی میں میرا نام محمد رکھا گیا اور رسول بھی۔ (ص ۲)

آگے لکھتے ہیں :

مگر میں کہتا ہوں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد جو درحقیقت خاتم النبیین تھے۔ مجھے رسول اور نبی کے لفظ سے پکارے جانا کوئی اعتراض کی بات نہیں۔ اور نہ اس سے مہر ختمیت ٹوٹتی ہے۔ کیونکہ میں بارہا بتلا چکا ہوں کہ بموجب آیت وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ بروزی طور پر وہی نبی خاتم الانبیاء ہوں۔ اور خدا نے آج سے بیس برس پہلے "براہین احمدیہ" میں میرا نام محمد اور احمد رکھا ہے۔ اور مجھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ہی وجود قرار دیا ہے۔ پس اس طور سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء ہونے میں میری نبوت سے کوئی تزلزل نہیں آیا۔ کیونکہ ظل اپنے اصل سے علیحدہ نہیں ہوتا۔ اور چونکہ میں ظلی طور پر محمد ہوں۔ پس اس طور سے خاتم النبیین کی مہر نہیں ٹوٹی۔ کیونکہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت محمد تک ہی محدود رہی۔ (ایک غلطی کا ازالہ ص ۱۰۲۹)

یہاں مرزا صاحب نے دعوئ نبوت کے ساتھ "مثیل محمد صلی اللہ علیہ وسلم" ہونے کا بھی دعویٰ کر دیا ہے۔ اب بات قابلِ غور یہ ہے کہ ایک طرف مرزا صاحب کا دعویٰ یہ ہے کہ وہ "مثیل مسیح" ہیں۔ دوسری طرف ان کا دعویٰ ہے کہ وہ "مثیل کرشن" ہیں۔ اور تیسری طرف ان کا دعویٰ ہے کہ وہ "مثیل محمدؐ" ہیں۔ جس سے مرزا صاحب مسلمانوں، عیسائیوں اور ہندوؤں کو بیک وقت شکار کرنا چاہتے تھے۔ اور انگریزی اقتدار کی سرپرستی میں وہ اپنے مقصد میں کافی حد تک کامیاب بھی رہے۔

مرزا غلام احمد قادیانی کا مسلک۔

مرزا صاحب مسلکاً غیر مقلد تھے۔ اور اس کے لیے بیسیوں شواہد موجود ہیں۔ ان میں سے چند ملاحظہ فرمائیے۔

اوّل ۱ ۔ مرزا صاحب لکھتے ہیں :

میری پیدائش ۱۸۳۹ء یا ۱۸۴۰ء میں ہوئی۔ جب میں چھ سال کا تھا تو ایک فارسی خوان معلم میرے لیے نوکر رکھا گیا۔ (بحوالہ قادیانی مذہب کا علمی محاسبہ ص ۸۶)

مرزا صاحب کا اپنے استاد اور معلم کو نوکر قرار دینا خالص ترک تقلید کا اثر تھا۔ کیونکہ کوئی

مقلد استاد کے بارے میں اتنی بڑی گستاخی اور توہین کی جسارت نہیں کرسکتا۔ توہین اور گستاخی "مطلق ترک تقلید" کا فطری ردعمل ہے۔ اور اس بارے میں مرزا صاحب ہی منفرد نہیں۔ بلکہ دیگر ذمہ دار غیر مقلد علماء کی شکایات بھی سننے میں آئی ہیں کہ اپنے اساتذہ کے بارے میں ان کا ردِ عمل بالکل گستاخانہ تھا۔

نمبر۱۔ سردار اہلِ حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری کا اپنے اساتذہ علماءِ دیوبند پر عدم اعتماد کا اظہار۔ اور ان کے خلاف قلمی ولسانی جدوجہد۔

نمبر۲۔ ممکن ہے کہ بعض حضرات اس "عدم اعتماد" کو "اختلاف مسائل" کا نام دے کر نظر انداز کرلے کی کوشش کریں۔ لیکن اس صورت میں وہ کم از کم مولانا حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی (غیر مقلد) کو تو نظر انداز نہ کرسکیں گے۔ جو مولانا ثناء اللہ صاحب کے استاد تھے۔ بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب نے ان پر بھی جھوٹ کا الزام دے دیا کہ میرے استاد نے جھوٹ بولا ہے۔ (ذکیہ لمحمد حاشیہ)

نمبر۳۔ مولوی عنایت اللہ صاحب گجراتی غیر مقلد (منکر معجزات و منکر حیات مسیح وغیرہ) کو ان کے استاد حافظ عبدالمنان صاحب وزیرآبادی نے علم صرف و نحو کی طرف توجہ دینے کی تنبیہہ فرمائی۔ انہوں نے پوچھا اس علم سے کیا فائدہ ہوگا۔ استاد نے جواب دیا کہ عربی زبان کے اعراب درست ہوجائیں گے۔ شاگرد نے استاد سے امتحاناً قرآن پاک کی ایک آیت پوچھی۔ اس کے اعراب میں استاد سے غلطی ہوگئی۔ شاگرد نے استاد سے کہا آپ نے غلط پڑھا۔ استاد نے کہا مجھ سے بھول ہوگئی۔ شاگرد نے جواب دیا کہ کیا صرف و نحو کا علم حاصل کرنے کے بعد مجھ سے بھی ایسی ہی بھول ہوا کرے گی۔ (العطر البلیغ ص۶)

نمبر۴۔ لیکن حکیم محمود صاحب (جو کہ مولانا محمد اسماعیل صاحب سلفی سابق امیر جمعیۃ اہلحدیث پاکستان کے صاحبزادے ہیں) تو توہین اور گستاخی کی تمام حدود پھلانگ گئے ہیں۔ چنانچہ اپنے استاد مولانا احمد علی صاحب کے بارے میں رقمطراز ہیں۔

> "مولوی احمد علی صاحب ٹیچر اسلامیہ ہائی سکول میرے استاد تھے۔ ان کی زبان میں سوقیت غالب تھی۔ جب وہ کھل جاتے تھے تو اچھے اچھے زبان دراز بھی ان کے سامنے نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ (ڈھول کا پول ص۳)

غرضیکہ توہین اور گستاخی مطلق ترکِ تقلید کا لازمی اثر ہے۔ جو مرزا صاحب میں کافی مقدار میں موجود تھا۔ چنانچہ ان کا حضرت عیسیٰؑ کی توہین کرنا، حضرت امام حسینؓ کی توہین کرنا، حضرت فاطمۃ الزہراؓ کی توہین کرنا اور دیگر پاکبازانِ انسانیت کی توہین کرنا خالص اس ترکِ تقلید کا نتیجہ تھا۔ لیکن جو لوگ ائمہ امت کی توہین حتیٰ کہ صحابہؓ اور انبیاء کرامؑ تک کی گستاخی کو اپنے لئے باعثِ سعادت سمجھتے ہوں۔ اور مجتہدین اسلام بھی جن کی قلمی و لسانی توہین و گستاخی سے محفوظ نہ رہے ہوں۔ ان سے آج کل کے اساتذہ اور علماء کی عزت کی توقع کیسے کی جا سکتی ہے؟!

اور پھر مرزا غلام احمد قادیانی کا غیر مقلد ہونا تو اظہر من الشمس ہے۔ کیونکہ درخت اپنے پھل سے پہچانا جاتا ہے۔ مرزا صاحب کی جھوٹی نبوت کی سرکاری منزل تک رسائی غیر مقلدیت کے کھلے پھاٹک سے ہوئی۔ جیسا کہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا قاضی عبدالاحد صاحب خانپوری کا حوالہ گزر چکا ہے۔

دوم۔ قرأۃ فاتحہ خلف الامام:-

قرأۃ فاتحہ خلف الامام کا مسئلہ اگرچہ ائمہ مجتہدین و محدثین رحمہم اللہ تعالیٰ کے درمیان مختلف فیہ ہے۔ لیکن برصغیر پاک و ہند میں اس مسئلہ کا اختلاف علماءِ احناف سے کرنے والے غیر مقلدین ہیں۔ کیونکہ برصغیر پاک و ہند میں ائمہ اربعہ میں سے صرف اور صرف امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مقلد موجود تھے اور ہیں۔ اور کسی امام کے مقلد موجود نہیں۔ چونکہ یہ فرقہ غیر مقلدین انگریز نے اپنی ضرورت کے لیے پیدا کیا تھا۔ اس لئے اس کے ذمہ مختلف قسم کے فروعی اختلافی مسائل لگا دیئے گئے۔ جن میں سرِفہرست "فاتحہ خلف الامام" ہے۔ اس مسئلہ کے بارے میں اس گروہ نے اتنی شدت اختیار کی کہ پورے ملک میں ایک فتنہ برپا کر دیا۔ آخر کار اس فتنہ کے جراثیم اور اثرات تقسیم ملک کے بعد پاکستان میں بھی پھیل گئے۔ چنانچہ "تنگ آمد بجنگ آمد" کے قاعدہ کے تحت ۱۹۵۵ء میں شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صاحب صفدر مدظلہ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لیے "احسن الکلام فی ترک قرأۃ خلف الامام" کے نام سے کتاب تالیف کی۔ جس نے پورے برصغیر میں اس فتنہ کی روزمرہ کی چیلنج بازیوں پر سکوتِ مرگ طاری کر دیا۔ اور آج تک یہ پورا گروہ اس کا تسلی بخش اور

علمی تحقیقی جواب دینے سے قاصر ہے۔ بعض حضرات نے سعیٔ ناکام کی ہے۔ لیکن محض سستی شہرت حاصل کرنے کے لیے۔ اس کتاب کی تلخیص "اطیب الکلام" کے نام سے حضرت مولانا عبد المتین خان زاہد (المعروف علامہ زاہد الراشدی) نے کی ہے جس کے کئی ایڈیشن ہاتھوں ہاتھ نکل چکے ہیں۔

مرزا غلام احمد قادیانی بھی دیگر غیر مقلدین کی طرح فرضیت فاتحہ خلف الامام کے قائل تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

"ہمارا مذہب تو یہی ہے کہ لاصلوٰۃ الا بفاتحۃ الکتاب۔ آدمی امام کے پیچھے ہو یا منفرد ہو۔ ہر حالت میں اس کو چاہیئے کہ سورۃ فاتحہ پڑھے"۔ (ملفوظات احمدیہ ص ۲۶ ج ۱)

قادیانی امت کے حکیم الامت رقم طراز ہیں۔

سورۃ فاتحہ خلف الامام کو ہم فرض سمجھتے ہیں۔ ضرور پڑھنی چاہیئے۔ میں بھی پڑھتا ہوں اور مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) بھی پڑھا کرتے تھے۔ (فتاویٰ احمدیہ ص ۲۳ ج ۱ از حکیم الامت۔ خطبۂ الہامیہ ص ۱۳۱، سیرت المہدی ص ۴۹ ج ۳)

نیز مؤلف "مجدد اعظم" لکھتے ہیں۔

حضرت (مرزا قادیانی) خود فاتحہ خلف الامام پڑھتے تھے۔ لیکن نہ پڑھنے والوں کی نماز کو کبھی مردود قرار نہیں دیا۔ (مجدد اعظم ص ۱۲۳۵ ج ۲)

سوم ۳۔ مسئلہ تراویح۔

تراویح کے بیان میں غیر مقلدین اور مقلدین کا اختلاف ہے۔ غیر مقلدین آٹھ ۸ رکعت تراویح کے قائل ہیں جب کہ ائمہ اربعہ اور ان کے مقلدین کا بیس ۲۰ رکعت تراویح پر اتفاق ہے۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا غلام رسولؒ صاحب قلعہ میاں سنگھ والے (شاگرد مولانا سید نذیر حسین دہلوی) فرماتے ہیں۔

"اس زمانہ میں جو ہجرت مقدسہ کے لحاظ سے ۱۲۹۰ھ ہے۔ بعض آدمی رکعات تراویح میں اختلاف کرتے ہیں۔ چنانچہ ایک فاضل محقق (بٹالوی صاحب) نے فتویٰ دیا ہے کہ سنت صرف گیارہ رکعت ہیں۔ جو لوگ تیئس ۲۳ رکعات ادا کرتے ہیں ان سے

سنت ادا نہیں ہوتی۔ اور کوئی صحیح حدیث اس باب میں مروی نہیں۔ لہذا ثقہ راویوں سے چند روایتیں نقل کی جاتی ہیں الخ (رسالہ تراویح ص۲۳)

اس سے معلوم ہوا کہ بلادِ اسلامیہ میں ۱۲۹۰ھ سے پہلے صرف بیس رکعت تراویح کا رواج تھا۔ آٹھ رکعت تراویح کا رواج برصغیر میں انگریزی اقتدار کے بعد فرقہ غیر مقلدین کی طرف سے ہوا۔ انہوں نے حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نماز تہجد کو نماز تراویح قرار دے دیا۔ اور ان سے یہ بات باعث تعجب بھی نہیں۔ کیونکہ جو لوگ ایک اور تین (مسئلہ طلاق) میں فرق کرنے کی صلاحیت نہ رکھتے ہوں۔ ان کے لیے تہجد و تراویح میں امتیاز کیسے ممکن ہے؟ مرزا غلام احمد قادیانی بھی دیگر غیر مقلدین کی طرح آٹھ تراویح پڑھتے تھے۔ جیسا کہ اس کی صراحت سیرت المہدی ص۱۳ ج۲ پر موجود ہے۔ جو مرزا صاحب کے غیر مقلد ہونے کی صریح دلیل ہے۔

چہارم۔ مسح علی الجوربین :-

جرابوں پر مسح کے بارے میں علماءِ احناف اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ علماءِ احناف عام جرابوں پر مسح کے قائل نہیں۔ بلکہ اس کے ساتھ یہ قید لگاتے ہیں۔

(الجورب المجلد والمنعل والثخين)

لیکن غیر مقلدین عام جرابوں پر بھی مسح کے قائل ہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ امرتسری فرماتے ہیں۔

پاتابہ (جراب) پر مسح کرنا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے۔ (فتاوی ثنائیہ ص۴۲۶ ج۱)

نیز "فتاویٰ علمائے حدیث" میں ہے۔

> جراب پر مسح بہت سے صحابہ سے ثابت ہے۔ اور مرفوع حدیث میں بھی اس کا ذکر ہے۔ مگر اس میں بعض محدثین نے کلام کیا ہے۔ (فتاویٰ علماءِ حدیث ص۱۰۱ ج۱)

مرزا قادیانی بھی دیگر غیر مقلدین کی طرح اس کے قائل ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

> مرزا صاحب جرابوں پر مسح کے قائل تھے۔ سیرت المہدی ص۲۶، ۲۹ ج۲۔

پنجم۔ جمع بین الصلوٰتین :-

جمع بین الصلوٰتین کے بارے میں علماءِ احناف اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ غیر

مقلدین عام حالات میں بھی جمع صلوٰتین کے قائل ہیں۔ اور علماءِ احناف حج کے خاص وقت کے سوا قائل نہیں۔ چنانچہ "فتاویٰ علماءِ حدیث" کتاب الصلوٰۃ میں ہے کہ

بارش کے وقت دو نمازیں کبھی کبھی جمع کرکے پڑھ سکتے ہیں۔ جیساکہ مسلم شریف میں آیا ہے۔ (فتاویٰ علماءِ حدیث ص ۱۴۷/ج۱)

لیکن غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلویؒ کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ باوجود جواز جمع صلوٰتین کے وہ بارش میں اس کے قائل نہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

ہر نماز کو اپنے اپنے وقت پر پڑھنا جیساکہ قرآن و حدیث سے ثابت ہے فرض ہے اور جمع تقدیم یا تاخیر حنفیہ کے نزدیک سوائے حج کے مطلقاً جائز نہیں ہے۔ اور شافعیہ اور محدثین کے نزدیک سفر میں جائز ہے۔ جیساکہ احادیث صحیحہ سے ثابت ہے اور بارش میں جمع کرنے کی کوئی صحیح و صریح دلیل کتب فقہ و حدیث سے پائی نہیں جاتی۔ (فتاویٰ نذیریہ ص ۴۶۵/ج۱)

مگر مولانا ثناء اللہ صاحب تو ان سب سے بڑھے ہوئے ہیں۔ اور فٹ بال کھیلنے والوں کے لیے بھی اس کے جواز کا فتویٰ دیتے ہیں۔ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال:۔ فی زمانہ کثرت سے رواج ہے کہ مسلم حصول انعام کے لیے مثلاً آپ شیلڈ فٹ بال کھیلا کرتے ہیں۔ اور کھیلنے کے باعث عصر و مغرب کی نماز ترک کر دیتے ہیں۔ پھر قضا نماز پڑھ لیتے ہیں۔ کیا یہ جائز ہے!

جواب:۔ نماز قضا کرکے بلا وجہ پڑھنا اچھا نہیں ہے۔ کھیلنے والوں کو چاہیئے کہ پہلے افسروں سے تصفیہ کرلیں کہ نماز کے وقت کھیل کود کو چھوڑ دیں گے۔ وہ اگر نہ مانیں تو ظہر کے ساتھ عصر ملا لیں۔ یا عصر کے ساتھ ظہر ملا کر جمع پڑھ لیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص ۶۳۲/ج۱)

مولانا ثناء اللہ صاحب نے کھلاڑیوں کے لیے جمع صلوٰتین کی گنجائش تو پیدا کی ہی تھی۔ ان کے لیے سنتیں اور نوافل چھوڑنے کی سہولت بھی پیدا کر دی۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

جمع صلوٰتین کی صورت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم فرض پڑھا کرتے تھے۔

حدیث شریف میں آیا ہے کہ نمازوں کے جمع کرنے میں نوافل سنتیں نہیں پڑھیں
(فتاویٰ ثنائیہ ص۲۸۵)
اور دیگر غیر مقلدین کی طرح مرزا صاحب بھی جمع بین الصلوٰتین کے قائل تھے۔ چنانچہ لکھا ہے۔
مرزا صاحب جمع بین الصلوٰتین کے بھی قائل تھے۔ (سیرت المہدی ص۱۰۶ پنج اصفی ص۱۷۵)
اور اس پر مرزا صاحب کا عمل بھی ثابت ہے۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔
تب حضور (مرزا قادیانی) نے عدالت سے نماز پڑھنے کی اجازت چاہی۔ اور باہر آکر برآمدے میں ہی دو نمازیں جمع کر کے پڑھیں۔ (ذکر حبیب ص۱۱۱)۔
اس کے علاوہ ملفوظات احمدیہ ص۱۰۲ میں بھی نمازیں جمع کرنے کا ذکر موجود ہے۔ اور صرف مرزا قادیانی خود ہی نہیں بلکہ دیگر قادیانی بھی مرزا صاحب کی سنت پر عمل کرتے ہوئے جمع صلوٰتین کے قائل اور عامل ہیں۔ چنانچہ مشہور غیر مقلد عالم مولوی عنایت اللہ صاحب اثری گجراتی فرماتے ہیں۔
۱۹ اگست ۱۹۶۲ء کو میں ظہر پڑھ کر مسٹر بدر الاسلام صاحب سٹوڈنٹ بی۔ایس سی۔ سال سوم کو بلوغ المرام پڑھا رہا تھا۔ کہ دو مسافر تشریف لائے اور ظہر و عصر دونوں کو بصورت جمع پڑھا۔ تو میں سمجھ گیا کہ یہ احمدی (قادیانی) ہیں۔ چنانچہ فارغ ہو کر ایک صاحب نے فرمایا کہ میں ربوہ سے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا ہوں۔ (العطر البلیغ ص۱۵۶)
مولوی عنایت اللہ صاحب کا ان مسافروں کے جمع بین الصلوٰتین کے عمل کو دیکھ کر یہ یقین کر لینا کہ یہ دونوں مرزائی ہیں۔ اس چیز کی دلیل ہے کہ غیر مقلدین کی طرح قادیانی بھی جمع بین الصلوٰتین کے عامل اور قائل ہیں۔ ورنہ وہ یہ گمان بھی کر سکتے تھے کہ شاید یہ غیر مقلد ہوں اور صرف اسی پر اکتفا نہیں مولوی عنایت اللہ صاحب مزید وضاحت بھی فرماتے ہیں۔
کہ انہوں (یعنی دونوں مسافروں) نے باتوں باتوں میں یوں بھی فرمایا تھا کہ اکثر اہل حدیث احمدی ہوئے ہیں۔ میں نے کہا مرزا صاحب تو حنفی تھے۔ فرمایا کہ نہیں وہ بھی اہل حدیث ہی تھے۔ (العطر البلیغ ص۱۵۶)
مسئلہ نمبر ۶: نماز میں سینے پر ہاتھ باندھنا۔ نماز میں بحالت قیام ہاتھ باندھنے کے بارے

میں اختلاف ہے۔ شیعہ حضرات ہاتھ کھلے چھوڑتے ہیں۔ غیر مقلدین ہاتھ سینے پر باندھتے ہیں۔ (احناف کے مسلک میں سینے پر ہاتھ باندھنے کا حکم عورتوں کے لیے ہے۔) اور احناف زیر ناف ہاتھ باندھتے ہیں۔ سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

اہل حدیث کا مذہب ہے کہ ہاتھ سینے پر باندھنے چاہییں۔ (اہل حدیث کا مذہب ص۷۶)

دیگر غیر مقلدین کی طرح یہی مذہب و مسلک مرزا صاحب کا تھا۔ چنانچہ مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں۔

کہ مرزا صاحب نماز میں ہاتھ سینے پر باندھتے تھے۔ (ذکر حبیب ص۲۴)۔ یہی بات فتاوٰی احمدیہ ص۴ میں بھی موجود ہے۔

اس کے علاوہ ڈاکٹر بشارت احمد صاحب لکھتے ہیں۔

کہ آپ (مرزا صاحب قادیانی) خود سینے پر ہاتھ باندھتے تھے لیکن جو ناف سے نیچے ہاتھ باندھے آپ نے اسے کبھی کچھ نہیں کہا۔ (مجدد اعظم ص۱۲۲۲)

ہفتم۔ سفر و قصر۔

سفر کی تعیین اور قصر کے احکام کے بارے میں علماء احناف اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ غیر مقلدین کے نزدیک اس کی کوئی تعیین نہیں۔ جب کہ علماء احناف کے نزدیک اڑتالیس۴۸ میل سے کم مسافت پر سفر و قصر کا اطلاق نہیں ہوتا۔ اگرچہ بعض انصاف پسند غیر مقلدین بھی احناف کی تائید کرتے ہیں۔ جیسا کہ مولانا شرف الدینؒ دہلوی صاحب فرماتے ہیں۔

خلاصہ یہ ہے کہ مسافت قصر اڑتالیس۴۸ میل ہی صحیح ہے۔ نو میل غلط ہے۔ جمہور سلف و محدثین کا مسلک اڑتالیس۴۸ میل کے سفر پر قصر ہے۔ اس سے کم پر نہیں۔ (فتاوٰی ثنائیہ ص۴۶۲)

لیکن دیگر غیر مقلدین کے نزدیک اول تو سفر کی تعیین ہی نہیں جیسا کہ سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب فرماتے ہیں۔

سفر کی تعیین نہیں آئی۔ عرف عام میں جتنی مسافت کو سفر کہتے ہیں وہی سفر ہے۔ (فتاوٰی ثنائیہ ص۴۶۰)

لیکن اگر تعیین کریں بھی تو زیادہ سے زیادہ نو میل۔ جیسا کہ فتاویٰ علماء حدیث میں ہے۔

کہ ۹ کوس کے سفر پر دوگانہ درست ہے۔ (فتاویٰ علماء حدیث ص۱۱۲)

دیگر غیر مقلدین کی طرح مرزا صاحب بھی سفر کی تعیین کو تسلیم نہیں کرتے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

عرف میں جس کو سفر کہتے ہیں۔ خواہ وہ دو، تین کوس ہی ہو۔ اس میں قصر و سفر کے مسائل پر عمل کرے۔ (الملفوظات احمدیہ ص۱۹۱)

ہشتم۔ بسم اللہ بالجہر۔

نماز میں سورہ فاتحہ سے پہلے بسم اللہ بالجہر کے بارے میں بھی احناف اور غیر مقلدین کا اختلاف ہے۔ احناف صرف بسم اللہ بالسر کے قائل ہیں۔ جب کہ غیر مقلدین بالجہر کے بھی قائل ہیں جیسا کہ "فتاویٰ اہل حدیث" میں ہے۔

کہ بسم اللہ دونوں طرح پڑھ سکتا ہے خواہ سری پڑھے یا جہری۔ (فتاویٰ اہلحدیث ص۱۳۸)

لیکن ان دونوں میں سے غیر مقلدین بالجہر کو اولویت دیتے ہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب سے بسم اللہ بالجہر اور بالسر کے بارے میں سوال ہوا تو فرمانے لگے۔

میرا دونوں پر عمل ہے۔ مگر جہر قوی ہے۔ اللہ اعلم۔ صحیح مسلم میں روایات جہر بکثرت ہیں۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص۵۵)

اگرچہ مشہور غیر مقلد عالم مولانا شرف الدین دہلوی کا فتویٰ اس کے برعکس ہے۔ اور انہوں نے مولانا ثناء اللہ صاحب کے اس فتوے پر شدید گرفت کی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اس (مولانا ثناء اللہ صاحب کے فتویٰ) میں غلطی سے معاملہ برعکس ہو گیا ہے۔ صحیح مسلم میں جہر کی نہیں بلکہ عدم جہر کی روایت ہے...... پس ثابت ہوا کہ اکثریت و اولویت سر ہی کی ہے۔ (فتاویٰ ثنائیہ ص۵۵)

لیکن غیر مقلدین کے ہاں مولانا ثناء اللہ صاحب کا فتویٰ حرف آخر کی حیثیت رکھتا ہے۔ اور وہ باوجود غیر مقلد کہلانے کے مولانا ثناء اللہ صاحب کی تقلید کو روا رکھتے ہیں۔ اس لیے غیر مقلدین کے نزدیک بسم اللہ بالجہر ہی اولویت کا درجہ رکھتی ہے۔

اسی لیے دیگر غیر مقلدین کی طرح مرزا صاحب اور ان کے متبعین بھی بسم اللہ بالجہر کے

قائل تھے جیساکہ مفتی محمد صادق صاحب لکھتے ہیں ۔

حضرت مولوی عبدالکریم مرحوم ہمیشہ نماز میں بسم اللہ بالجہر پڑھتے تھے ... حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) اور دیگر بزرگان دین نے سالہا سال مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم کی اقتدار میں نماز پڑھی ۔ (ذکر حبیب صـ۲۴)

دوسرے مقام پہ لکھا ہے۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم اپنی قرأۃ میں ہمیشہ بسم اللہ سورہ فاتحہ سے پہلے بالجہر پڑھتے تھے ۔ (ذکر حبیب صـ۲۳)

اور اس کا ذکر "مجدد اعظم صـ۱۳۳۵/۲" میں بھی موجود ہے ۔ مرزا صاحب کا سالہا سال ان کی امامت میں نمازیں پڑھنا اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ بھی اسے اولیٰ سمجھتے تھے ۔

نہم ۹۔ قنوتِ نازلہ :۔

قنوتِ نازلہ کے بارے میں احناف کا مسلک یہ ہے کہ کسی بڑی مصیبت کے وقت صبح کی نماز کی دوسری رکعت میں رکوع کے بعد "قنوت نازلہ" پڑھنا مسنون ہے ۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک عام حالات میں بھی "قنوت نازلہ" مسنون ہے ۔ اور فجر کی نماز کے علاوہ دیگر نمازوں میں بھی پڑھی جا سکتی ہے ۔ جیساکہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں ۔

صحیح بات یہ ہے کہ آنحضرت صلعم سے صبح کی نماز میں قنوت پڑھنا ثابت ہے ۔ جس کے نسخ ہونے کی کوئی دلیل نہیں ۔ اور مصیبت عامہ کے وقت بعض صحابہ نے پانچوں نمازوں میں قنوت پڑھی ہے ۔ (فتاویٰ ثنائیہ صـ۵۶/۱)

دیگر غیر مقلدین کی طرح مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کا مسلک بھی یہی تھا ۔ چنانچہ لکھا ہے ۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب آخری رکعت میں بعد رکوع کھڑے ہو کر بآواز بلند دعائیں (قنوت) کرتے تھے ۔ (ذکر حبیب صـ۶۱)

دوسرے مقام پہ ہے ۔

حضرت مولوی عبدالکریم صاحب مرحوم فجر، مغرب اور عشاء کی آخری رکعت میں بعد رکوع عموماً بلند آواز سے دعائیں ...... پڑھا کرتے تھے ۔ (ذکر حبیب صـ۲۲)

مرزا صاحب کا سالہا سال مولوی عبدالکریم صاحب کی اقتدا میں نمازیں پڑھنا اس چیز کی دلیل ہے کہ وہ بھی دیگر غیر مقلدین کی طرح اس کے قائل تھے۔

دہم۔ دعا بعد نماز المکتوبہ:۔

فرض نمازوں کے بعد دعا احناف کے نزدیک مسنون ہے۔ جیسا کہ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب دہلویؒ نے اس پر "النفائس المرغوبہ فی حکم الدعاء بعد المکتوبہ" کے نام سے مستقل کتاب لکھی ہے۔ جس میں صحیح احادیث سے اس کا ثبوت فراہم کیا گیا ہے۔ لیکن غیر مقلدین کے نزدیک صحیح احادیث سے اس کا ثبوت نہیں۔ چنانچہ مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری فرماتے ہیں۔

بعد نماز فرض ہاتھ اٹھا کر دعا کرنا سنت ہے نہ بدعت۔ کیونکہ ایک دو ضعیف روایتوں میں ثبوت ملتا ہے۔ جس سے نہ سنت ثابت ہوتی ہے نہ بدعت۔ (فتاویٰ ثنائیہ صفحہ ۵۰)

دیگر غیر مقلدین کی طرح مرزا صاحب بھی اس کے قائل ہیں۔ لیکن فرق صرف یہ ہے کہ وہ کھل کر اسے بدعت قرار دیتے ہیں۔ چنانچہ لکھا ہے۔

یہ بدعت ہے۔ حدیث شریف میں کسی جگہ اس کا ذکر نہیں آیا کہ نماز سے سلام پھیرنے کے بعد پھر دعا کی جائے۔ (ذکر حبیب صفحہ ۲۰۲)

یازدہم۔ گوہ حلال ہے۔

غیر مقلدین کے نزدیک گوہ حلال ہے۔ جیسا کہ مولانا محمد عبداللہ امرتسری روپڑی فرماتے ہیں۔

سوال:۔ گھوڑا اور گوہ حلال ہے یا حرام؟

جواب:۔ گھوڑا اور گوہ حلال ہے۔ (فتاویٰ اہل حدیث صفحہ ۲۱۳ / ۲)

دیگر غیر مقلدین کے علاوہ مرزا صاحب کا بھی یہی مسلک ہے۔ چنانچہ لکھا ہے۔

مرزا صاحب گوہ (سنبہ) کو حلال سمجھتے تھے۔ (سیرت المہدی صفحہ ۱۴۲ / ۲)

دوازدہم۔ مرزا صاحب کا مولانا محمد حسین بٹالوی کے حق میں فیصلہ۔ بر مؤلف "مجدد اعظم" رقم طراز ہیں۔

مولوی محمد حسین بٹالوی نئے نئے پڑھ کر اور مولوی بن کر بٹالہ آئے۔ تو چونکہ یہ اہلحدیث

تھے اس لئے حنفیوں کو ان کے خیالات بہت گراں گزرے۔ بعض اختلافی مسائل میں بحث کرنے کے لیے حنفیوں نے حضرت اقدس مرزا (قادیانی) صاحب کی طرف رجوع کیا۔ اور ان کا ایک نمائندہ حضرت اقدس کو قادیان سے بٹالہ لے آیا۔ شام کو مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی اور ان کے والد مسجد میں تھے تو حضرت اقدس وہاں پہنچ گئے۔ بحث شروع ہوئی۔ مولوی محمد حسین صاحب نے تقریر کی۔ حضرت اقدس نے تقریر سن کر فرمایا اس میں تو کوئی بات ایسی نہیں جو قابل اعتراض ہو۔ تو میں تردید کس بات کی کروں ...... کیونکہ محض دھڑے بندی کے لیے آپ حق بات کی تردید نہیں کر سکتے تھے۔ (مجدد اعظم ص ۱۳۳ ج ۲)

مرزا صاحب کے فیصلہ نے ثابت کر دیا کہ وہ غیر مقلد تھے۔ ورنہ حنفیت کے نمائندہ بن کر غیر مقلدیت کے نظریات کو حق قرار دینا عقلاً محال ہے۔ اور اس سے اس بات کی وضاحت بھی ہو گئی کہ آج کے غیر مقلدین جس غلط فہمی میں مبتلا ہو کر مرزا قادیانی کو حنفی قرار دیتے ہیں۔ اس وقت کے بے چارے حنفی بھی اپنے بھول پن کی وجہ سے اس غلط فہمی کا شکار تھے۔ ورنہ اگر وہ جانتے کہ مرزا صاحب "غیر مقلد" ہیں تو کبھی بھی ان کو اپنا نمائندہ نہ بناتے۔ اور مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب کے حق میں فیصلہ دے کر اپنی حقیقت واضح کر دی۔ کہ وہ کیا ہیں۔

سیزدہم۔ مرزا صاحب کا اپنا اعتراف:۔

مرزا قادیانی پہلے غیر مقلد تھے۔ ترک تقلید کا نتیجہ برآمد ہوا تو دعویٰ نبوت تک پہنچا۔ اس طرح عبداللہ چکڑالوی غیر مقلد تھے۔ (موج کوثر ص ۷۱) ترک تقلید نے اثر دکھایا تو حدیث کا انکار کر دیا۔ اب اصولاً تو دونوں اپنے انجام کو پہنچ گئے۔ لیکن اس کے باوجود مرزا صاحب اپنے آپ کو اور اپنی جماعت کو غیر مقلدین کے زیادہ قریب سمجھتے تھے۔ چنانچہ لکھتے ہیں۔

یاد رکھیں ہماری (قادیانی) جماعت بہ نسبت عبداللہ (چکڑالوی) کے اہل حدیث سے اقرب ہے۔ (مجدد اعظم ص ۹۱۷ ج ۲)

چہاردہم۔ مرزا صاحب کا نظریہ تقلید:۔

مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

ہماری جماعت کا یہ فرض ہونا چاہیے کہ اگر کوئی حدیث معارض اور مخالف قرآن و سنت نہ ہو۔ تو خواہ کیسی ہی ادنیٰ درجہ کی حدیث ہو۔ اس پر وہ عمل کریں۔ اور انسان کی بنائی ہوئی فقہ پر اس کو ترجیح دیں۔ اور اگر حدیث میں کوئی مسئلہ نہ ملے اور نہ سنت میں اور نہ قرآن میں مل سکے تو اس صورت میں فقہ حنفی پر عمل کرلیں۔ کیونکہ اس فرقہ کی کثرت خدا کے ارادہ پر دلالت کرتی ہے۔ (الحمد اعظم ۹۱۷/۲)

ذرا غور کیجئے! کہ کیا یہ کسی حنفی کا نظریہ ہے یا غیر مقلد کا؟ حنفی تو ڈنکے کی چوٹ اور علی الاعلان لوگوں کو دعوت دیتے ہیں کہ "فقہ حنفی" پر عمل کرو۔ کیونکہ فقہ حنفی کا کوئی بھی مفتیٰ بہا قول حدیث رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے خلاف نہیں۔

باقی رہا مرزا صاحب کا "فقہ حنفی" پر عمل کی دعوت دینا۔ تو وہ محض اس لیے کہ "ائمہ اربعہ" میں سے صرف امام اعظم ابوحنیفہؒ کے مقلدین ہی برصغیر میں پائے جاتے ہیں۔ اور کسی امام کے مقلد یہاں موجود نہیں۔ اور یہ سادہ لوح حنفیوں کو ورغلانے اور ان کو اپنے دام فریب میں پھانسنے کا ایک بہانہ تھا۔ ورنہ مرزا صاحب اپنے ابتدائی مضمون میں "انسان کی بنائی ہوئی فقہ" کے الفاظ سے "فقہ" پر تنقید کرکے اپنا غیر مقلد ہونا ثابت کر چکے ہیں۔

پانزدہم ۱۵۔ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ کی وضاحت:۔

ان تمام ناقابل تردید حقائق سے قطع نظر کرکے اگر بالفرض مرزا صاحب کو ابتداءً حنفی مان بھی لیا جائے تو پھر بھی ہمارے لیے مضر نہیں۔ چنانچہ مولانا مرتضیٰ حسن چاندپوریؒ فرماتے ہیں

ابتدائی حالت میں اگر مرزا صاحب حنفی ہوں تو ہو سکتا ہے مگر میرا مطلب تو یہ ہے کہ شروع میں (پہلے) غیر مقلد ہوئے۔ پھر ترقی فرمائی (ان کی) یہ ترقیات کفریہ ترک تقلید ہی کا نتیجہ ہیں (التنقیح ص۵۲)

اب بات بالکل واضح ہوگئی۔ کہ مرزا صاحب پہلے اگر حنفی تھے بھی تو دعویٰ نبوت سے پہلے اپنے قول و عمل کے ساتھ انہوں نے ترکِ تقلید اختیار کی۔ پھر ترک تقلید نے اپنا اثر دکھایا۔ اور وہ جھوٹی نبوت کے منصب پر فائز ہوئے۔ ان تمام واضح حقائق سے مرزا صاحب کا غیر مقلد ہونا روز روشن کی طرح ظاہر ہے۔ لیکن جناب قاضی محمد اسلم سیف صاحب یہ تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں۔ چنانچہ "ایک حنفی عالم کا دعویٰ نبوت" کی سرخی قائم کرکے لکھتے ہیں "چنانچہ اس کی مشہور حنفی مولوی مرزا غلام احمد قادیانی نے پوری کردی"۔ (علماء دیوبند اور انگریز ص۱۴۲) لیکن اس کے لیے دلیل ندارد۔

باب دوم

مرزا غلام احمد قادیانی کی ابتدائی سرگرمیاں

یہ تو ہر حقیقت شناس کو معلوم ہے کہ مرزا قادیانی کی ابتدائی سرگرمیاں عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف تھیں۔ جن کی وجہ سے اسے مسلمانوں میں کافی شہرت حاصل ہو گئی۔ دیگر علماءِ امت حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتویؒ (بانی دارالعلوم دیوبند) حضرت مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مہاجر مکی، اور حضرت مولانا ابو المنصور دہلوی وغیرہ علماءِ حق نے عیسائیت اور آریہ سماج کے خلاف سب سے پہلے جدوجہد شروع کی۔ شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسنؒ دیوبندی نے اس میدان میں بہت شہرت حاصل کی۔ ان علماء نے باقاعدہ مناظروں اور مباحثوں کے ذریعہ، اور تقریر و تحریر کے ذریعہ عیسائیت و آریہ سماج کا قلع قمع کر کے اسلام کی حقانیت کا ڈنکا بجایا۔ علماء حق کی اس جدوجہد میں مرزا غلام احمد قادیانی بھی شریک ہو گئے۔ دیگر علماء امت کے علاوہ مرزا قادیانی کی مناظرانہ جدوجہد کو بھی اسلامی اور علمی حلقوں میں قدر و منزلت کی نگاہ سے دیکھا گیا۔

عیسائیت کی اس بیخ کنی کو دیکھ کر فرنگی سامراج نے ان علماءِ حق کے ایمان اور ضمیر کا سودا کرنا چاہا۔ تاکہ عیسائیت کے خلاف ان کی قلمی و لسانی جدوجہد اور کوشش کو روک کر عیسائی مشنری کے لیے تبلیغ کا راستہ ہموار کیا جا سکے۔ لیکن انگریزی اقتدار ان علماءِ حق کے ایمان و ضمیر کو خریدنے میں کامیاب نہ ہو سکا۔ بلکہ اسے بُری طرح ناکامی کا سامنا کرنا پڑا۔ اور یہ علماء حق اپنی تبلیغی کوششوں کے ساتھ ۱۸۵۷ء کی جدوجہد آزادی میں بھی عملی طور پر کود پڑے۔

تحصیل شاملی میں ان مجاہدین علماءِ حق نے امیر المؤمنین حضرت حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی امارت اور مولانا محمد قاسم نانوتویؒ کی قیادت میں باقاعدہ جہاد میں حصہ لیا۔ حافظ محمد ضامنؒ شہید ہوئے۔ مولانا گنگوہی گرفتار ہوئے۔ اور نو مہینہ تک جیل میں رہے۔ مولانا نانوتویؒ روپوش

ہو گئے۔ حاجیؒ صاحب اور مولانا رحمت اللہ کیرانویؒ مکہ مکرمہ کی طرف ہجرت کر گئے۔ ظلم واستبداد کا دور دورہ شروع ہو گیا۔ سترہ ہزار علماء کو پھانسی کے تختوں کی زینت بنا دیا گیا۔ عرصہ دراز کے بعد جب جور وجفا کے ہنگامے سرد ہوئے تو مولانا نانوتویؒ نے گنبد خضریٰ کے اشارہ سے، ساقی کوثر صلی اللہ علیہ وسلم کے مقررہ نشانات پر دیوبند کی گمنام بستی میں ایک انار کے درخت کے سائے میں دار العلوم دیوبند کی بنیاد رکھی۔ اور اس کی افتتاحی تقریب کے موقع پر فرمایا۔

دیوبند آزادی کی چھاؤنی ہے۔ جس پر تعلیم کا پردہ ڈال دیا گیا ہے۔ ہمارے جسم غلام ہی سہی مگر ہماری روح کو آزاد رہنا چاہیئے۔ اس طرح ہم اگلے ۵۷ء سے پہلے غیر ملکی غلامی کا خاتمہ کر دیں گے۔

اور واقعتاً دار العلوم دیوبند مجاہدین اسلام کے لیے آزادی کی ایک چھاؤنی ہی تھا۔ جہاں سے شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندیؒ، شیخ الاسلام مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ، شیخ التفسیر مولانا احمد علیؒ لاہوری، مفتی اعظم مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ۔ امام انقلاب مولانا عبید اللہ سندھیؒ، اور اسیر مالٹا مولانا عزیر گل صاحب دامت برکاتہم العالیہ جیسے مجاہدین تیار ہو کر نکلے۔ جن کے بغیر برصغیر کی سیاست ناکارہ پرزے کی طرح متصور ہونے لگی۔ جو آزادی کی ہر تحریک کے ہیرو کہلائے۔ جنہوں نے آزادی ہند کے لیے ہزاروں جانباز مجاہد فراہم کئے اور برصغیر کی کوئی تحریک ایسی نہیں جس کا مرکز دیوبند نہ ہو۔ بالآخر مجاہدین دیوبند کی قربانیاں رنگ لائیں۔ حضرت نانوتویؒ کی پیشین گوئی نے اپنا اثر دکھایا اور آئندہ ستاونؔ سے دس سال پہلے ہی ۱۹۴۷ء میں یہ ملک غیر ملکی غلامی سے آزاد ہو چکا تھا۔

لیکن اس کے برعکس انگریزی اقتدار شاطرانہ طریقہ اور نہایت خفیہ وغیر محسوس انداز سے بہت سے ضمیر فروش اور دنیا پرست علماء کے ایمان اور ضمیر خریدنے میں کامیاب ہو گیا۔ جن میں سر فہرست رئیس قادیان مرزا غلام احمد قادیانی اور رئیس بانس بریلی خان احمد رضا خان بریلوی (اُلٹے بانس بریلی کے۔ غالباً انہی کے لیے کہا گیا تھا) ہیں۔ جن سے چند خفیہ ہاتھوں نے انگریزی اقتدار کی تائید میں اپنی مرضی اور منشاء کے مطابق فتوے جاری کرائے۔ اور انہیں مختلف مراحل سے گزار کر ایک کو منصب نبوت پر اور دوسرے کو منصب مجددیت پر بٹھا دیا گیا۔

ابتداءً مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر کے بارے میں علماء کا اختلاف

ابتداءً جب مرزا قادیانی نے "براہین احمدیہ" لکھی، تو چونکہ مرزا صاحب خود غیر مقلد تھے۔ جیسا کہ دلائل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے۔ اس لیے انہوں نے اپنے غیر مقلدین علماء کے پاس "براہین احمدیہ" بھیجی۔ تاکہ ان سے خراج تحسین وصول کر سکیں۔ لیکن اس کے بارے میں غیر مقلدین علماء کے دو گروہ ہو گئے۔ ایک طرف مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی تھے۔ جنہوں نے "براہین احمدیہ" پر یہ تقریظ لکھ کر مرزا صاحب کو خراج تحسین پیش کیا۔ فرماتے ہیں

> کہ اس (براہین احمدیہ) کا مؤلف (مرزا قادیانی) اسلام کی مالی و جانی، قلمی و لسانی نصرۃ میں ایسا ثابت قدم نکلا ہے جس کی نظیر پہلے مسلمانوں میں کم پائی گئی ہے (مجدد اعظم ص۱۲۲، بعثت مجددین ص۴۴، احمدیہ پاکٹ بک ص۴۵۰، مسیح موعود کے معجزات ص۲، مسیح موعود ص۱۲۳)

اور دوسری طرف نواب صدیق حسن خان بھوپالی تھے۔ جن کے پاس مرزا قادیانی نے اپنی کتاب "براہین احمدیہ" بھیجی۔

> مگر انہوں نے یہ کتاب پھاڑ کر واپس کر دی۔ (تاریخ احمدیت ص۲۸ ج۲)

اس سلسلہ میں غیر مقلدین کے اختلافات کافی بڑھ چکے تھے۔ چنانچہ

> امرتسر میں بھی اہل حدیث (غیر مقلدین) کے دو فریق ہو چکے تھے۔ ایک فریق مولوی احمد اللہ صاحب کا تھا اور دوسرا غزنویوں کا۔ مولوی احمد اللہ صاحب بڑے شریف الطبع انسان تھے۔ غزنوی گروہ چاہتا تھا کہ مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) پر کفر کا فتویٰ لگائیں۔ مگر وہ گریز کرتے تھے۔ جس پر مولوی صاحب مسجد سے نکال دیئے گئے۔ اور ان کے معتقدین انہیں اپنی دوسری مسجد میں لے آئے۔ (تاریخ احمدیت ص۲۰۵ ج۲)

ان علماء غیر مقلدین کے علاوہ مرزا قادیانی کی تکفیر کے بارے میں علماء اہل سنت والجماعت میں بھی ابتداءً اختلاف پیدا ہو گیا۔ چنانچہ مولانا عبدالقادر لدھیانویؒ کے صاحبزادے مولانا مفتی محمد عبداللہ لدھیانویؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف سب سے پہلے یہ فتویٰ دیا۔

کہ مرزا قادیانی بے دین ہے۔ فتاویٰ قادریہ ص۲

اس پر ان کے بھائی مولانا محمد لدھیانوی نے ان سے اختلاف کرتے ہوئے فرمایا۔

کہ جب تک کوئی دلیل نہ معلوم ہو۔ بلا تامل کسی کے حق میں زبان طعن کی کھولنا مناسب نہیں۔ (فتاویٰ قادریہ ص۲)

یہ ان علماء کرام کا اختلاف تھا جنہوں نے ابھی مرزا قادیانی کی "براہین احمدیہ" نہ دیکھی تھی اور نہ اس کا مطالعہ کیا تھا۔ صرف چند غلط نظریات زبانی طور پر سنے تھے۔ جن کی وجہ سے بعض علماء نے فتویٰ دے دیا۔ اور بعض تردد میں مبتلا رہے۔ اور انہوں نے فتویٰ دینے سے گریز کیا۔

علماءِ اہلِ سُنت لدھیانہ کا متفقہ فتویٰ کُفر

علماءِ اہل سنت لدھیانہ نے آپس کے اس اختلاف کے بعد مرزا قادیانی کے نظریات معلوم کرنے کی ضرورت شدت سے محسوس کی۔ چنانچہ تحقیق کی گئی تو ان بزرگوں نے براہین احمدیہ کو دیکھا تو اس میں کلمات کفریہ انبار در انبار پائے۔ (فتاویٰ قادریہ ص۳)

اس تحقیق کے بعد علماءِ اہل سنت لدھیانہ نے متفقہ طور پر یہ فتویٰ جاری کر دیا۔

کہ یہ شخص (قادیانی) مجدد نہیں بلکہ ملحد، زندیق اور مرتد ہے۔ (فتاویٰ قادریہ ص۳)

مرزا قادیانی کے بارے میں کفر و ارتداد کا یہ سب سے پہلا فتویٰ تھا۔ جو سُنی، حنفی علماء لدھیانہ کی طرف سے جاری کیا گیا۔ اور اسے فوری طور پر شائع کر کے ملک بھر میں تقسیم کر دیا گیا۔ اس فتویٰ کُفر کی اشاعت کے بعد علماء کے تین گروہ ہو گئے۔ ایک گروہ اس فتویٰ کفر کی حمایت کرنے والا دوسرا گروہ، عدم تحقیق کی بنا پر اس فتویٰ کفر سے اختلاف کرنے والا، جس میں مولانا گنگوہیؒ بھی شامل تھے۔ تیسرا گروہ کھل کر اس فتویٰ کفر کی مخالفت کرنے والا۔ جس نے کھل کر نہ صرف اس فتویٰ کفر کی مخالفت کی بلکہ مرزا قادیانی کی حمایت کے لیے کھل کر میدان میں اتر پڑے۔

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی کی طرف سے فتویٰ کُفر کی مخالفت

لدھیانہ کے سُنی حنفی علماء کی طرف سے جب مرزا قادیانی کے خلاف "فتویٰ کُفر" جاری ہوا، تو مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی اس فتویٰ کی

مخالفت اور مرزا صاحب کی تائید و حمایت کے لیے کھل کر میدان میں اُتر آئے۔ اور اپنے رسالہ "اشاعۃ السنہ" میں اس فتویٰ کی مخالفت اور مرزا قادیانی کی تائید و حمایت شروع کر دی۔ چنانچہ مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں۔

چونکہ یہ شخص (مرزا قادیانی) غیر مقلدین کے نزدیک قطب اور غوث وقت تھا۔ محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے جو غیر مقلدین ہند کا مقتدا مشہور ہے۔ امداد قادیانی پر کمر باندھی۔ اور اپنے رسالہ ماہواری (اشاعۃ السنہ) میں ہماری مذمت اور قادیانی کی تائید کرتا رہا۔ یعنی کلماتِ کفریہ کو معاذ اللہ اشاعۃ السنہ قرار دیتا رہا۔
(فتاویٰ قادریہ ص۱۱)

انوکھی تحقیق

قاضی محمد اسلم سیف صاحب کی انوکھی تحقیق ملاحظہ فرمائیے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

یہ بھی سفید جھوٹ ہے کہ لدھیانہ کے حنفی مولویوں نے سب سے پہلے مرزا غلام احمد پر کفر کا فتویٰ دیا۔ اے بھائی لدھیانہ کے حنفی علماء اپنے ایک حنفی مولوی پر کفر کا فتویٰ کس طرح لگا سکتے ہیں۔ مرزا غلام احمد پر کفر کے فتوے کی توفیق و اوّلیت بھی اہلِ حدیث کے فرزند جلیل مولانا محمد حسین بٹالوی کو حاصل ہوئی۔
(علماءِ دیوبند اور انگریز ص۱۲۹)

محترم قاضی صاحب کی تحقیق تمام مؤرخین سے الگ، جدا، انوکھی اور نرالی ہے قاضی صاحب کو شاید معلوم نہیں یا شاید وہ جان بوجھ کر غیر مقلدین کا روایتی طریقہ واردات اختیار کرتے ہوئے اس حقیقت کو نظر انداز کر رہے ہیں۔ کہ علماءِ اہلِ سنت لدھیانہ نے ۱۳۰۱ھ ہجری میں ہی مرزا قادیانی کی تکفیر کا فتویٰ جاری کر دیا تھا۔ جیسا کہ خود مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں۔

کہ ہم نے فتویٰ ۱۳۰۱ھ ہجری (بمطابق ۱۸۸۴ء عیسوی) میں مرزا مذکور (قادیانی) کے دائرہ اسلام سے خارج ہو جانے کا جاری کر دیا تھا۔ (فتاویٰ قادریہ ص۲)

جب کہ بٹالوی صاحب کی طرف سے فتویٰ کفر تقریباً ۱۸۹۲ء کے بھی بعد منظرِ عام پر آیا۔ وہ بھی کس پوزیشن میں! مولانا محمد لدھیانوی فرماتے ہیں۔

اس طرح جب محمد حسین لاہوری نے یہ خیال کیا کہ علماءِ حرمین و اکثر علماءِ ہند نے

قادیانی کی تکفیر پر مولویان لدھیانہ کے ساتھ لاجن کے میں برخلاف ہوں" اتفاق کرلیا ہے۔ تو اب مجھ کو بھی مناسب یہی ہے کہ قادیانی کی امداد سے دست بردار ہو کر اس کی تکفیر پر کمر باندھوں۔ (فتاویٰ قادریہ ص۱)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ سب سے پہلے لدھیانہ کے سُنی، حنفی علماء کی طرف سے جاری ہوا۔ اس فتویٰ کفر کے بعد مولوی غلام دستگیر قصوری نے ایک فتویٰ مرتب کرکے علماءِ حجاز کے پاس بھیجا۔ جس پر علماءِ حجاز نے دستخط کیے۔ اور ان کے علاوہ اکثر علماءِ ہند نے بھی اس فتویٰ کفر پر دستخط کر دیئے۔ جب کہ بٹالوی صاحب کی طرف سے فتویٰ کفر اس وقت جاری ہوا جب کہ علماءِ حجاز اور علماءِ ہند کی اکثریت یہ فتویٰ جاری کر چکی تھی۔ اور بٹالوی صاحب کو بھی اس چیز کا اعتراف ہے کہ انہوں نے مرزا صاحب کے دعاوی قدیمہ پر کفر کا فتویٰ جاری نہیں کیا۔ بلکہ ان کی پوری پوری پشت پناہی کرتے ہوئے انہیں آسمان پر چڑھایا چنانچہ بٹالوی صاحب خود فرماتے ہیں۔

کہ اشاعۃ السنہ کا فرض اور اس کے ذمہ یہ ایک قرض تھا کہ اس نے جیسا اس (قادیانی) کو دعاوی قدیمہ کی نظر سے آسمان پر چڑھایا تھا۔ ویسا ہی دعاوی جدیدہ کی نظر سے اس کو زمین پر گرا دے۔ (تاریخ احمدیت ص۱۹۱/۲)

بٹالوی صاحب کا یہ احساس مرزا صاحب کی کتب "فتح اسلام اور توضیح مرام" کی اشاعت کے بعد بیدار ہوا۔ جو علماءِ لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے تقریباً چھ سال بعد ۱۸۹۰ء میں شائع ہوئیں۔ قطع نظر اس سے مرزا صاحب کے دعاوی قدیمہ کی وضاحت تو محترم قاضی اسلم صاحب ہی کریں گے۔ کہ وہ کون کون سے دعاوی تھے۔ جن دعاوی کی بنا پر بٹالوی صاحب نے مرزا صاحب کو آسمان پر چڑھایا۔ جب کہ علماءِ لدھیانہ کی طرف سے مرزا صاحب کے پہلے دعویٰ مجددیت ماموریت من اللہ پر ہی کفر کا فتویٰ جاری کر دیا گیا تھا۔ یہ بات تو بلاخوف لومۃ لائم واضح ہو گئی کہ مرزا قادیانی پر پہلا فتویٰ کفر بٹالوی صاحب کی طرف سے نہیں۔ بلکہ لدھیانہ کے سُنی حنفی علماء کی طرف سے جاری کیا گیا تھا۔

ایک اور نرالی تحقیق بریلوی مکتبۂ فکر کی تاریخ سے نا آشنا مورخ جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب کا جوشِ جنون بڑھا تو وہ یوں گویا ہوئے۔ فرماتے ہیں۔

پنجاب کے علماء میں سے سب سے پہلے مرزائے قادیانی کے خلاف آپ (مولانا غلام قادر بھیروی) ہی نے فتویٰ دیا۔ اور اس وقت مرزا کی تردید کی جب کہ اس نے ابھی تک نبوت کا دعویٰ نہیں کیا تھا۔ (تذکرہ اکابر اہلسنت ص ۳۲۸)

اور اس کا ذکر قادری صاحب نے "فتاویٰ نادریہ" کی ابتداء میں بھی کیا ہے۔ حالانکہ یہ بات قطعی طور پر نادرست ہے۔ اور اس کا سب سے دلچسپ پہلو یہ ہے کہ قادری صاحب نے اپنے دعویٰ کی دلیل کے لیے اس کا ذکر مناسب نہیں سمجھا کہ مولانا غلام قادر بھیروی نے پہلا فتویٰ کب اور کہاں جاری کیا۔ جب کہ علماء لدھیانہ کے بارے میں واضح ہو چکا کہ انہوں نے اپنا پہلا فتویٰ ۱۳۰۱ھ ہجری بمطابق ۱۸۸۴ء عیسوی میں جاری کر دیا تھا۔

○

تیسرا باب

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے فتویٰ کفر سے اختلاف کا پس منظر

علماء کرام کا ایک طبقہ تو بٹالوی صاحب کی قیادت و سرپرستی میں فتویٰ کفر کی مخالفت پر اُتر آیا۔ لیکن دوسرے طبقہ نے عدم تحقیق کی بناء پر اور مرزا قادیانی کے نظریات باطلہ سے لاعلمی کی وجہ سے اس فتویٰ کفر سے اختلاف کیا۔ جن میں ابتداءً حضرت گنگوہیؒ بھی شامل تھے۔ چنانچہ جب یہ فتویٰ کفر حضرت گنگوہیؒ کے پاس پہنچا تاکہ وہ اس پر اپنی رائے کا اظہار کریں۔ تو آپ نے اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا۔

اگرچہ بعض اقوال میں در بادی الرائے خدشہ ہوتا ہے۔ مگر تھوڑی سی تاویل سے اس کی تصحیح ممکن ہے۔۔۔۔۔۔ یہ بندہ جیسا اس بزرگ (قادیانی) کو کافر فاسق نہیں کہتا۔ اس کو مجدد و ولی بھی نہیں کہہ سکتا بسالح مسلمان سمجھتا ہوں۔
(فتاویٰ قادریہ ص ۱۳)

قادیانی کے نظریات باطلہ معلوم نہ ہونے کی وجہ سے یہ ایک انتہائی محتاط فتویٰ تھا۔ جس کے لیے مولانا گنگوہیؒ نے علماء لدھیانہ کے خلاف بٹالوی صاحب کی طرح کوئی مستقل محاذ قائم نہیں کیا۔ بلکہ جو رائے ان کے نزدیک حق تھی وہ انہوں نے بیان کردی۔ لیکن تعصب کی انتہا ہے کہ ناعاقبت اندیش مخالفین آج تک حضرت گنگوہیؒ کے اس ابتدائی فتوے کی آڑ لے کر اپنی تقریر و تحریر میں غصہ نکالتے رہتے ہیں۔ حالانکہ اس کے بعد تحقیق ہو جانے اور قادیانی نظریات کے معلوم ہو جانے پر مولانا گنگوہیؒ نے صاف اور کھلے لفظوں میں مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ جاری کر دیا تھا۔ جیسا کہ آئندہ اوراق میں آپ ملاحظہ فرمائیں گے۔ لیکن اس کے باوجود اگر یہ مولانا گنگوہیؒ کا جرم ہے تو ان درج ذیل علماء کے حالات و

واقعات ملاحظہ فرماکر ان پر بھی فردِ جرم عائد کیجئے!

(۱) مولانا محمد عبداللہ غزنوی (غیر مقلد) کا کشف کہ قادیان میں نور اترا

مولف "مجدد اعظم" رقم طراز ہیں کہ

امرتسر میں مولوی عبداللہ غزنوی صاحب ایک بڑے باخدا اہل اللہ بزرگ تھے.. ..... آپ نے ایک دفعہ ایک کشف میں دیکھا کہ قادیان میں ایک نور اترا۔ مگر میری اولاد اس سے محروم رہ گئی۔ (مجدد اعظم ص۱۸۷ ج۲)

اور مولف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں کہ

آپ (یعنی مرزا قادیانی) کے دلی محبوبوں میں حضرت مولوی عبداللہ صاحب غزنوی بھی تھے۔ جواب داغ مفارقت دے کر اگلی دنیا میں جا چکے ہیں۔ (تاریخ احمدیت ص۱۵ ج۲)

اور خود مرزا قادیانی مولانا عبداللہ غزنوی کے ساتھ اظہار عقیدت کرتے ہوئے کہتے ہیں۔

چونکہ مجھے مولوی عبداللہ صاحب (غزنوی) مرحوم سے دلی محبت تھی۔ اس لئے میرے دل نے عبدالحق (غزنوی) کے لئے کسی بد دعا کو پسند نہیں کیا۔ بلکہ میری نظر میں وہ قابل رحم تھا۔ (حقیقت الوحی ص۲۴۰)

مرزا صاحب کی یہ کتاب حقیقت الوحی ۱۹۰۷ء میں طبع ہوئی۔ یعنی علماء لدھیانہ کے فتوئ کفر سے تقریباً تیس ۳۰ سال بعد۔ لیکن چونکہ غیر مقلدین حضرات اس پر کوئی تبصرہ یا اظہار خیال پسند نہیں کرتے۔ اس لئے ہم بھی اس پر کوئی تبصرہ کر کے کسی کی دل آزاری کرنا نہیں چاہتے ہاں اس سے البتہ مرزا صاحب کا کم از کم غیر مقلد ہونا واضح ہے۔

(۲) مولوی عنایت اللہ اثری (غیر مقلد) کی طرف سے جامع مسجد اقصیٰ ربوہ میں تراویح پڑھانے کی پیشکش اور مرزا بشیر الدین کا انکار۔

مولوی عنایت اللہ صاحب اثری گجراتی (جو غیر مقلد تھے اور معجزات وغیرہ کے منکر تھے) لکھتے ہیں۔

رمضان المبارک سے کچھ پیشتر میں نے میاں محمود احمد (خلیفہ مرزا غلام احمد) ...

ابن مرزا غلام احمد قادیانی - اور قادیانیوں کا خلیفہ ثانی اور مرزا ناصر انجہانی کا باپ - بشیر)
سے کہا کہ نماز تراویح مسجد اقصٰی یا کہ مسجد مبارک (ربوہ) میں میں پڑھاؤں گا - آپ
دوستوں میں اعلان فرمادیں - موصوف نے فرمایا کہ آپ کی اقتداء میں کوئی نماز نہیں
پڑھے گا - کیونکہ آپ نے بیعت نہیں کی - میں نے عرض کی کہ بیعت سوچ سمجھ کر ہو
گی - بے سوچے بیعت کیسے کروں ! نماز کا تعلق اسلام سے ہے بیعت سے نہیں
جب میں آپ کو مسلمان سمجھ کر اقتداء کر رہا ہوں تو آپ کو میری اقتداء میں سے کون
سی چیز مانع ہے ! فرمایا ہمارا تو کوئی ایمان نہیں - تو اپنے طور پر آزادی سے ہمیں مسلمان
قرار دیتا ہے - اور ہمارا آزادانہ خیال ہے کہ تو کافر ہے - اور تیری اقتداء میں نماز
نہیں ہو سکتی - (الجرالبلیغ ص۱۳)

غور کیجئے ! کہ یہ قیام پاکستان کے بعد کی اور بہت بعد کی بات ہے - اور پاکستان علماء
لدھیانہ کے فتویٰ کفر (۱۸۸۱ء) کے تقریباً ساٹھ سال بعد (۱۹۴۷ء) میں معرض وجود میں آیا -
اور یہ بات اس سے بھی کہیں بعد کی ہے - غالباً ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت کے بھی بعد کی -

(۳) غیر مقلدین کے شیخ الکل مولانا سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے مرزا قادیانی کا نکاح پڑھایا - مؤلف "تاریخ احمدیت" رقم طراز ہیں - (شادی کی) تاریخ طے پاگئی تو آسمانی دولہا یعنی حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا
قادیانی) دو خدام کی مختصر سی بارات لے کر دلی پہنچے - خواجہ میر درد کی مسجد میں عصر و
مغرب کے درمیان مولوی سید نذیر حسین صاحب دہلوی نے گیارہ سو روپیہ مہر پر
نکاح پڑھا - جو ضعف اور بڑھاپے کی وجہ سے چل پھر نہیں سکتے تھے - اور ڈولی
میں بیٹھ کر آئے تھے - حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) نے اس موقع
پر مولوی صاحب کو ایک مصلیٰ اور پانچ روپے بطور ہدیہ دیئے -
(تاریخ احمدیت ص۵۶)

ہمیں یہ بیان کرنے کی ضرورت نہیں کہ بیوی کے لیے گیارہ سو روپے حق مہر اور شیخ الکل
کے لیے پانچ روپے کا انتخاب کرنے میں کیا حکمت اور فلسفہ تھا - لیکن اس سے یہ بات بخوبی

معلوم ہو جاتی ہے کہ میاں صاحب کا اس ضعف اور بڑھاپے میں ڈولی میں بیٹھ کر مرزا صاحب کی نکاح خوانی کے لیے پہنچنا۔ اور پھر نکاح پڑھانا واضح طور پر اس کی دلیل ہے کہ مرزا صاحب غیر مقلد تھے۔ اور مسلکی لحاظ سے ان کا قارورہ حضرت میاں صاحب سے ملا ہوا تھا۔ ورنہ وہ ہرگز اتنی تکلیف نہ اٹھاتے۔

نیز "تاریخ احمدیت" کے اسی صفحہ کے حاشیہ پر سیرت ثنائی ص۶۹ اور موج کوثر ص۵۰ کے حوالے سے میاں نذیر حسین صاحب کا تعارف ان الفاظ میں کرایا گیا ہے۔

۱۲۲۰ھ ہجری میں سورج گڑھ ضلع بہار میں پیدا ہوئے۔ علم حدیث کی تکمیل آپ نے شاہ محمد اسحاق صاحب نبیرہ شاہ عبدالعزیز دہلوی سے کی۔ پاکستان کے اکثر علماء اہل حدیث کا سلسلہ استناد آپ تک پہنچتا ہے۔ اس لئے آپ شیخ الکل کے نام سے موسوم ہیں۔ ۱۸۹۷ء میں انگریزی حکومت سے شمس العلماء کا خطاب بھی ملا۔ اور ایک سو دس ۱۱۰ برس کی عمر میں وفات پائی۔ (حاشیہ ص۵۶)

(نوٹ) اگر یہ سہو مؤلف یا کتابت کی غلطی نہیں تو یہ تحقیق نادرست ہے۔ کیونکہ میاں صاحب ۱۲۲۰ھ ہجری پیدا ہوئے اور ۱۳۲۰ھ ہجری میں وفات پائی۔ اس اعتبار سے میاں صاحب کی عمر ایک سو دس ۱۱۰ برس نہیں بلکہ ایک سو ۱۰۰ برس بنتی ہے۔ بشیر۔

ممکن ہے کہ بعض غیر مقلدین حضرات ہمارے منقولہ حوالے کا یہ جواب دینے کی کوشش کریں کہ میاں صاحب نے مرزا قادیانی کا یہ نکاح دعویٰ مجددیت سے پہلے پڑھایا تھا۔ لیکن ان کا یہ عذر قابل قبول نہ ہوگا، کیونکہ میاں صاحب نے یہ نکاح محرم ۱۳۰۲ھ ہجری میں پڑھایا (تاریخ احمدیت ص۵۶) جب کہ علماء لدھیانہ کی طرف سے مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر اس نکاح سے تقریباً ایک سال قبل ۱۳۰۱ھ ہجری کی ابتداء میں دیا گیا۔ (فتاویٰ قادریہ ص۳) اور اس وقت تک پورے ملک میں اس کی شہرت عام ہو چکی تھی۔

مؤلف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں کہ اسی زمانہ (۱۸۸۵ء) میں (یعنی علماء لدھیانہ کی طرف سے فتویٰ کفر	(۴) سردار اہل حدیث مولانا ثناء اللہ صاحب امرتسری (غیر مقلد) مرزا قادیانی کے دربار کے لیے قادیان میں۔

کے تقریباً ڈیڑھ سال بعد بشیر) مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ۱۷، ۱۸ سال کی عمر میں محض شوق زیارت میں بٹالہ سے پاپیادہ تنہا قادیان آئے۔

(تاریخ احمدیت ص۱۸)

کہا جاتا ہے کہ مولانا ثناء اللہ صاحب بعد میں قادیانی کے مخالف ہوگئے تھے۔ اور قادیانی کو مناظروں اور مباہلوں کا چیلنج کرتے تھے۔ لیکن اس اعتراف مخالفت کے باوجود یہ ایک دلچسپ حقیقت ہے کہ وہ قادیانیوں پر کفر کا فتویٰ نہیں دیتے تھے۔ چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں کہ

مولوی ثناء اللہ صاحب بھی احمدیوں (مرزائیوں) کو کافر نہیں کہتے

(مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲۱ حاشیہ)

اور خود مولوی ثناء اللہ صاحب اعتراف کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

اسلامی فرقوں میں خواہ کتنا بھی اختلاف ہو۔ لیکن آخرکار نقطہ محمدیت پر جو درجہ ہے والذین معہٗ کا سب شریک ہیں۔ اس لئے گو ان میں باہمی سخت شقاق ہو۔ مگر اس نقطہ محمدیت کے لحاظ سے ان کو باہمی رحماء ہونا چاہیئے۔ مرزائیوں کا سب سے زیادہ مخالف میں ہوں۔ مگر نقطہ محمدیت کی وجہ سے میں ان کو بھی اس میں شامل جانتا ہوں۔

(اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۶ اپریل ۱۹۱۵ء)

یعنی علماء لدھیانہ کے فتوئ کفر سے تقریباً اکتیس ۳۱ سال بعد۔

اور صرف اسی پر اکتفا نہیں بلکہ مولانا ثناء اللہ صاحب قادیانیوں سے نکاح کی اجازت بھی برملا دیتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

اگر عورت مرزائن ہے تو اور علماء کی رائے ممکن ہے مخالف ہو۔ میرے ناقص علم میں نکاح جائز ہے۔ (اخبار اہل حدیث امرتسر ۱۲ نومبر ۱۹۳۴ء)

یعنی علماء لدھیانہ کے فتوئ کفر سے تقریباً پچاس ۵۰ سال بعد۔

حیرت کی بات ہے کہ ایک طرف حضرت مولانا علامہ انور کاشمیریؒ جیسے سنی حنفی علماء دیوبند

کی عدالت میں قادیانیوں سے جواز نکاح کی حرمت پر مقدمہ لڑ رہے تھے۔ اور دوسری طرف مولانا ثناء اللہ صاحب جیسے غیر مقلد علماء قادیانیوں کے ساتھ نکاح پر فتوے جاری کر رہے تھے۔ غالباً یہ سب کچھ اس وجہ سے تھا کہ قادیانیوں کی طرف سے مولانا ثناء اللہ صاحب کی کافی حوصلہ افزائی ہو رہی تھی۔

چنانچہ مؤلف "تاریخ احمدیت" انجمن حمایت اسلام لاہور کے ایک سالانہ جلسہ کے ذکر میں فرماتے ہیں۔

مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری ابھی نوجوان تھے۔ اور نئے نئے منظر عام پر آئے تھے لیکن مولوی ابو سعید (بٹالوی) صاحب کی تقریر مولوی ثناء اللہ صاحب کی گرد کو بھی نہ پہنچ سکی۔ (تاریخ احمدیت ص ۲۸۲/۲)

اس کھلی حوصلہ افزائی کا خاطر خواہ اثر ایک فطری اور لازمی نتیجہ تھا۔ اور اس کا پہلا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ غیر مقلدین کے یہ دونوں پہلوان (بٹالوی صاحب اور مولانا ثناء اللہ صاحب) ایک دوسرے کے خلاف میدانِ کارزار میں اتر پڑے۔ اور یہ بات مناظرانہ چیلنج بازیوں تک جا پہنچی۔ اور یہاں یہ حقیقت بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگی کہ استاد (بٹالوی صاحب) اور شاگرد (امرتسری صاحب) کا یہ معرکہ کافی دیر تک سرگرم رہا۔ (جس کی تفصیلات ہم انشاء اللہ اپنے آئندہ رسالے میں بیان کریں گے۔)

دوسرا نتیجہ یہ برآمد ہوا کہ امرتسری صاحب نے مرزائیوں کی اقتداء میں نماز کے جواز کا فتویٰ جاری کر دیا۔ چنانچہ مولانا عبدالعزیز صاحب (غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ

مولانا ثناء اللہ صاحب نے فتویٰ دیا کہ مرزائیوں کے پیچھے نماز جائز ہے۔

(فیصلہ مکہ ص ۳۶)

نیز مولانا شمس الحق صاحب عظیم آبادی (غیر مقلد) کو بھی یہی شکایت ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ مولوی ثناء اللہ صاحب نے قادیانی کی اقتداء کو جائز کہہ دیا ہے۔ (فیصلہ مکہ ص ۲ حاشیہ)

خود مولانا ثناء اللہ صاحب بھی اس کا اعتراف کرتے ہیں۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

میرا مذہب اور عمل ہے کہ ہر کلمہ گو کے پیچھے اقتداء (نماز) جائز ہے۔ چاہے وہ شیعہ ہو یا مرزائی۔ (اخبار اہل حدیث ۱۲ اپریل ۱۹۱۵ء)

اور مولانا عبدالعزیز صاحب (غیر مقلد) فرماتے ہیں کہ

مولانا ثناء اللہ صاحب نے لاہوری مرزائیوں کے پیچھے نماز پڑھی (فیصلہ مکہ ص ۳۶)

اور اس کی بنیادی وجہ سوائے اس کے کیا ہو سکتی ہے کہ وہ مرزائیوں کو مسلمان سمجھتے تھے چنانچہ لاہوری مرزائیوں کے ایک پیشوا اور "مجدد اعظم" کے مولف ڈاکٹر بشارت احمد کی وفات پر انہیں خراج تحسین پیش کرتے ہوئے مولانا ثناء اللہ صاحب لکھتے ہیں۔

ڈاکٹر بشارت احمد رکن جماعت احمدیہ (یہ بھی مولانا ثناء اللہ صاحب کا تفرد ہے ورنہ مسلمان انہیں احمدی تسلیم نہیں کرتے۔ بشیر) لاہور کافی عمر پا کر انتقال کر گئے۔ سب کا راستہ یہی ہے۔ متوفی حکیم نور الدین (بھیروی) خلیفہ اول قادیان کی طرح خاص فلسفیانہ دماغ رکھتے تھے۔ آئندہ پرچہ میں ہم ان دونوں فلسفیوں کی فلسفیانہ تحقیقات کا نمونہ دکھائیں گے۔ انشاء اللہ۔ مرحوم (یہ اصطلاح خاص مسلمانوں کے لیے استعمال ہوتی ہے۔ بشیر) میں ایک خاص وصف تھا کہ میاں محمود خلیفہ قادیان کو کھری کھری سنانے میں باک نہیں محسوس کرتے تھے۔ اس لیے ہمیں بھی ان کے انتقال پر افسوس ہے۔ اور ان کے متعلقین سے ہمدردی ہے۔

(اخبار اہل حدیث ۳۰ اپریل ۱۹۴۳ء)

قطع نظر دیگر باتوں کے یہ بات تو بالکل واضح ہو گئی کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کو عداوت مرزا قادیانی سے نہیں بلکہ اس کے بیٹے مرزا بشیر الدین محمود سے تھی۔ اس عداوت کی وجہ ہمیں معلوم نہیں۔ اگر یہ عداوت مرزا قادیانی سے ہوتی تو ہم جان لیتے کہ ایک مسلمان کی حیثیت سے اس کے دعویٰ نبوت کی وجہ سے اس سے عداوت ہے۔ لیکن لاہوری مرزائی تو مرزا قادیانی سے محبت اور مرزا بشیر الدین سے نفرت کرتے ہیں۔ اور مولانا ثناء اللہ صاحب کا بھی یہی حال ہے۔ کہ وہ لاہوری مرزائیوں کو اس لیے پسند کرتے اور ان سے محبت رکھتے ہیں کہ وہ مرزا بشیر الدین سے نفرت کرتے ہیں۔ اب اس بات کی وضاحت تو غیر مقلدین ہی کریں گے کہ مولانا ثناء اللہ

صاحب مرزا البشیر الدین سے نفرت کرنے کی وجہ سے اگر لاہوری مرزائیوں سے محبت کر سکتے ہیں تو مرزا قادیانی سے محبت کی وجہ سے ان سے نفرت کیوں نہیں کر سکتے ؟

اس کا ذکر بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ لاہوری مرزائیوں کی طرح مولانا ثناء اللہ صاحب کو بھی بظاہر مرزا البشیر الدین سے ذاتی عداوت معلوم ہوتی ہے۔ کیونکہ اگر انہیں مرزا بشیر الدین سے مذہبی عداوت ہوتی تو حکیم نور الدین بھیروی سے بھی نفرت ہونی چاہیئے تھی۔ کیونکہ مرزا البشیر الدین تو خلیفہ تھے حکیم نور دین کے۔ لیکن مولانا ثناء اللہ صاحب مرزا البشیر الدین سے نفرت کا اظہار کرتے ہوئے بھی حکیم نور دین سے محبت کا اظہار کر رہے ہیں۔ جیسا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کے گزشتہ حوالے میں گزر چکا ہے۔

اور صرف اس تعریف پر ہی اکتفا نہیں بلکہ قرآن پاک کی تفسیر میں وہ حکیم نور دین کی تقلید بھی کرتے ہیں۔ چنانچہ مؤلف "تاریخ احمدیت" رقم طراز ہیں کہ

> مولوی ثناء اللہ امرتسری صاحب نے جو تفسیر ثنائی لکھی تو اس میں اس آیت کے انہوں نے یہی معنی لکھے جو مولوی نور الدین صاحب (بھیروی) کیا کرتے تھے ...... تفسیر ثنائی پڑھ کر امرتسر کے علماء نے مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری پر ایک زبردست کفر کا فتویٰ لکھا۔ اور اس میں مولوی صاحب موصوف کے کافر اور خارج از اسلام ہونے کی چالیس وجوہات لکھیں۔
>
> (مجدد اعظم ص ۱۲۳۵-۱۲۳۶ / ۲)

دیکھئے! ائمہ اربعہؒ کی تقلید کو شرک قرار دینے والے حکیم نور دین بھیروی کی تقلید کے لیے قرآن و حدیث سے کون سی دلیل پیش کرتے ہیں۔ ہاں البتہ انصاف پسند غیر مقلدین علماء نے اس تقلید پر پوری دیانت داری کا ثبوت دیتے ہوئے مولانا ثناء اللہ صاحب کے خلاف فتوے جاری کئے۔ (جن کا تفصیل کے ساتھ ذکر ہم انشاء اللہ العزیز اپنے آئندہ رسالے میں کریں گے۔

مولانا ثناء اللہ صاحب کی مرزائیت نوازی کی داستان تو کافی طویل ہے۔ لیکن ہم صرف ایک اور حوالہ نقل کر کے ختم کرتے ہیں۔ مولانا عبد العزیز صاحب (غیر مقلد) فرماتے

ہیں کہ

مولانا ثناء اللہ صاحب نے عدالت میں مرزائیوں کو مسلمانوں تسلیم کیا۔

(فیصلہ مکہ ص۳۶)

اب ان کو کافر کہنے کی کون سی کسر باقی رہ گئی ہے۔ جب کہ عدالت میں تسلیم کر لیا گیا کہ مرزائی مسلمان ہیں ان کے پیچھے نماز درست ہے۔ اور ان کے ساتھ نکاح صحیح ہے۔ لیکن سے

آپ ہی اپنی اداؤں پہ ذرا غور کریں
ہم جو کچھ عرض کریں گا تو شکایت ہو گی

(۵) مولانا محمد حسین بٹالوی (غیر مقلد) کی طرف سے مرزا قادیانی اور اس کی اہل بیت کی پُر تکلف دعوت

بٹالوی صاحب نے "براہین احمدیہ" پر تقریظ لکھ کر مرزا قادیانی کو جو خراجِ تحسین پیش کیا ہے۔ اس کا ذکر گزشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ اس کے علاوہ ان دونوں حضرات (بٹالوی صاحب اور مرزا قادیانی) کے باہمی گہرے تعلقات کا اندازہ اس واقعہ سے بخوبی ہو سکتا ہے کہ مرزا صاحب بمعہ اہل خانہ و اہل بیت کے بٹالوی صاحب کے گھر تشریف لے گئے۔ جہاں بٹالوی صاحب نے ان کی پُر تکلف دعوت کی۔ بمعہ اہل خانہ اُسی کے گھر میں قیام کیا جا سکتا ہے۔ جس کے ساتھ گہرے مراسم اور تعلقات ہوں۔ اور پھر اس پر پُر تکلف دعوت اس حقیقت کو کافی حد تک آشکارا کر دیتی ہے۔ چنانچہ ملاحظہ کیجئے کہ۔

جون ۱۸۸۶ء میں (یعنی علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے تقریباً تین سال بعد بشیر) قادیان سے انبالہ جاتے ہوئے حضور (مرزا قادیانی) اہل و عیال سمیت مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی کے مکان پر ایک رات ٹھہرے تھے۔ اور مولوی صاحب نے حضرت اقدس (مرزا قادیانی) اور آپ کی اہلِ بیت کی پُر تکلف دعوت بھی کی تھی۔ (تاریخ احمدیت ص۱۴۷/۲)

محترم قاضی اسلم صاحب اور جناب برق توحیدی صاحب! ہمیں آپ کی اس بات سے انکار نہیں کہ بٹالوی صاحب نے آخر میں قادیانی پر کفر کا فتویٰ دے دیا تھا۔ ہاں البتہ!

اس بات سے انکار ضرور ہے کہ یہ فتویٰ سب سے پہلے دیا گیا۔ کیونکہ بٹالوی صاحب کے گھر میں مرزا صاحب کی معہ اہل بیت کے دعوت سے تقریباً تین سال پیشتر علماءِ لدھیانہ کی طرف سے قادیانی پر کفر کا فتویٰ دیا جا چکا تھا۔ بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر اپنے مقام پر ایک بہت بڑی اہمیت رکھتا ہے۔ لیکن اس وقت تک جب تک کہ اس فتویٰ کا پسِ منظر اور پیش منظر سامنے نہ ہو۔ چنانچہ قادیانیوں کی کتب میں بھی اس کا ذکر موجود ہے کہ بٹالوی صاحب بعد میں مرزا صاحب کے مخالف ہو گئے تھے۔ لیکن وہ اس مخالفت کی وجہ یہ بیان کرتے ہیں کہ

انہیں (یعنی بٹالوی صاحب کو) غصہ اس بات پر تھا کہ مجھ سے اپنے دعوے سے متعلق آپ (مرزا قادیانی) نے مشورہ کیوں نہیں کیا۔

(تاریخ احمدیت صفحہ ۱۹/۲)

یعنی مرزا صاحب اگر بٹالوی صاحب سے مشورہ کر کے دعویٰ کرتے تو بٹالوی صاحب کی طرف سے اختلاف نہ ہوتا۔ اب یہاں یہ بات تو بالکل واضح ہو گئی کہ مرزا صاحب کے دعاوی قدیمہ یعنی ۱۸۹۰ء سے پہلے کے تمام دعوے بٹالوی صاحب کے مشورہ سے طے پائے۔ البتہ جب دعاوی جدیدہ کے لیے مرزا صاحب نے انہیں مشورہ میں شریک نہ کیا تو وہ مخالفت کے لیے میدان میں اتر آئے۔

قطع نظر اس سے کہ اس اختلاف کے اسباب کیا تھے۔ ہماری دلچسپی بٹالوی صاحب کے فتویٰ کفر کے پس منظر سے ہے۔ چنانچہ مولانا محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں۔

کچھ مدت بعد مولوی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے اپنا ذمہ قادیانی کی امداد سے بری کرنے کے واسطے بحث شروع کر کے فتویٰ کفر کا لگا کر علماءِ ہند کی مواہیر (مہریں) اس پر ثبت کروالیں۔ (فتاویٰ قادریہ صفحہ ۲۴)

نیز اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

کہ قدرت ایزدی کا معائنہ کرو کہ خدا تعالےٰ نے ہمارے فتوے کی صداقت اس مولوی محمد حسین لاہوری کے ہاتھ سے کروائی جو اس (قادیانی) کا پرلے

درجہ کا مددگار تھا۔ اپنے رسالہ ماہواری میں بڑے زور و شور سے اس کی تعریف لکھتا تھا۔ اور ہمارے فتویٰ کی تردید چھاپتا تھا۔ (فتاویٰ قادریہ ص۲۵)

اس سے صاف ظاہر اور واضح ہے کہ بٹالوی صاحب نے فتویٰ کفر علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے کافی عرصہ بعد دیا۔ کتنا عرصہ بعد دیا؟ اس کی وضاحت جناب شیخ محمد اکرام مرحوم کرتے ہیں۔ چنانچہ وہ فرماتے ہیں کہ

۱۸۹۱ء میں انہوں نے (یعنی مرزا قادیانی) مسیح موعود اور مہدی ہونے کا دعویٰ کیا۔ جس کی وجہ سے ان میں اور عام مسلمانوں میں اختلاف اور مخالفت کا دروازہ کھلا۔ مشہور اہل حدیث عالم مولوی محمد حسین بٹالوی نے جواب تک ان کے دوست اور شریک کار تھے۔ ان کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ (موج کوثر ص۱۶۷)

یعنی علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے تقریباً سات سال بعد۔

بٹالوی صاحب کے بارے میں مرزا صاحب کا کشفی حُسنِ ظن

مرزا قادیانی کو بکثرت پیشین گوئیاں اور الہامات بیان کرنے کی عادت تھی۔ قطع نظر اس سے کہ ان الہامات کی عرفی اور شرعی حیثیت کیا ہے۔ ایک الہام انہوں نے بٹالوی صاحب کے بارے میں بھی بیان کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ

خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک کشف ظاہر کر رہا ہے کہ وہ (یعنی بٹالوی صاحب) بالآخر ایمان لائے گا۔ (یعنی قادیانی ہوگا۔ بشیر۔) (براہین احمدیہ ص۶۴ ج۵)

بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر سے رجوع۔ دلچسپ انکشاف

لاہوری جماعت کے پیشوا مولوی محمد علی لاہوری نے ایک عجیب و غریب انکشاف کیا ہے۔ چنانچہ وہ لکھتے ہیں کہ۔

حتیٰ کہ اول المکفرین (یہ تحقیق درست نہیں کیونکہ مرزا قادیانی کی اول تکفیر علماء لدھیانہ نے کی تھی۔ جیسا کہ گذشتہ اوراق میں گزر چکا ہے۔ بشیر) مولوی محمد حسین بٹالوی نے بھی جنھوں نے حضرت مرزا (قادیانی) صاحب پر کفر کا فتویٰ تیار کرنے میں سب سے زیادہ محنت کی تھی۔ اپنے فتویٰ کفر سے رجوع کیا۔ اور ۱۸۹۹ء میں

ڈسٹرکٹ مجسٹریٹ گورداسپور کی عدالت میں اس اقرار نامے پر دستخط کئے کہ میں آئندہ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر۔ کاذب اور دجال نہیں کہوں گا۔
(مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲۱)

دوسرے مقام پر لکھتے ہیں کہ

اصل بات تو یہ ہے کہ نوٹس تو ایک ہی تھا۔ جس پر دونوں فریقین کے دستخط ہوئے۔ مولوی محمد حسین نے یہ اقرار کیا کہ میں آئندہ مرزا صاحب کو کافر، کاذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ اور حضرت (مرزا قادیانی) نے بھی یہ اقرار کیا کہ آئندہ میں مولوی محمد حسین کو کافر، کاذب اور دجال نہیں کہوں گا۔ (ضرورت مجدد ص۲۳)

گویا! پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا۔

یہاں اس بات کا تذکرہ بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ غیر مقلدین کے دونوں بڑے بڑے پیشواؤں (مولانا ثناء اللہ صاحب اور بٹالوی صاحب) نے عدالت میں مرزا قادیانی اور مرزائیوں کو مسلمان تسلیم کیا۔ جیسا کہ مولانا ثناء اللہ صاحب کا اقرار بھی گزشتہ اوراق میں فیصلہ مکہ کے حوالے سے گزر چکا ہے۔ اور بٹالوی صاحب کا بیان بھی آپ کے سامنے ہے۔ لیکن بٹالوی صاحب نے تو بے چاری غیر مقلدیت پر انتہائی ستم ڈھایا۔ کہ خود تو مرزا کو مسلمان مانا تھا پوری جماعت غیر مقلدین کی طرف سے بھی قادیانی کو مسلمان تسلیم کر لیا۔

پوری جماعتِ غیر مقلدین کی طرف سے بٹالوی صاحب کا فتویٰ کفر سے رجوع

۱۸۹۹ء میں بٹالوی صاحب نے فتویٰ کفر سے رجوع کیا۔ لیکن مرزا صاحب کو اس رجوع سے تسلی نہ ہوئی۔ چنانچہ انہوں نے ۱۹۰۰ء میں بٹالوی صاحب کے قادیانی ہونے کا کشف بیان کیا۔ کہ بٹالوی صاحب ایمان لائیں گے۔ لیکن اس کے ساتھ یہ وضاحت بھی کر دی کہ

مجھے معلوم نہیں کہ وہ ایمان (بٹالوی صاحب کا) فرعون کی طرح صرف اس قدر ہوگا کہ آمنت انہ لا الٰہ الا الذی آمنت بہ بنو اسرائیل۔ یا پرہیزگار لوگوں کی طرح۔ (براہین احمدیہ ص۶۵ ج۵)

یعنی مرزا صاحب کا اشارہ اس بات کی طرف تھا کہ بٹالوی صاحب صرف خود ہی فتویٰ کفر سے رجوع پر اکتفا کرتے ہیں یا دوسروں کو بھی اس فتوئ کفر سے رجوع کی تبلیغ کرتے ہیں۔ اور فریضہ تبلیغ ادا کرکے پرہیزگار لوگوں میں شامل ہوتے ہیں۔ چنانچہ اس کشف اور الہام کے بعد بٹالوی صاحب نے اپنی سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ اور علماء کو فتویٰ کفر سے رجوع پر مجبور کیا لیکن علماء اہل سنت والجماعت بالخصوص علماء دیوبند اس پر آمادہ نہ ہو سکے۔ علمائے احناف کی طرف سے مایوس ہو جانے کے بعد بٹالوی صاحب نے اپنی جماعت غیر مقلدین کی طرف سے رجوع کا فیصلہ کر لیا۔ چنانچہ بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کے کشف سے تقریباً چھ سال بعد اپنی جماعت کی طرف سے یہ اعلان کر دیا کہ ہماری پوری جماعت غیر مقلدین مرزا قادیانی کو کافر نہیں سمجھتی۔ چنانچہ

(بٹالوی صاحب نے) سیالکوٹ کے منصف کی عدالت میں یہ حلفیہ بیان بطور گواہ دیا کہ نہ صرف ان کے نزدیک بلکہ ان کے فرقہ اہل حدیث (غیر مقلدین) کے نزدیک (بھی) احمدی (مرزائی) کافر نہیں۔ (مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲۱)

بٹالوی صاحب کا یہ بیان جو انہوں نے پوری جماعت کی طرف سے فتویٰ کفر سے رجوع کا عدالت میں دیا۔ ۱۵ فروری ۱۹۱۴ء کو اخبار پیغام صلح میں شائع ہوا۔ (مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲۱) اور بٹالوی صاحب کو جماعت میں یہ مقام اور پوزیشن حاصل تھی۔ کہ وہ کوئی بھی معاہدہ کرنے کے مجاز تھے۔ اور وہ جو معاہدہ بھی کرتے ان کی پوری جماعت کے لیے قابل قبول ہوتا جیسا کہ اپنی جماعت کے لیے وہابی کا لفظ ختم کرا کے انہوں نے سرکاری طور پر "سرکار برطانیہ" سے "اہل حدیث" کا لفظ باقاعدہ منظور کرایا (سیرت ثنائی ص۲۷۲) اور اس کے لیے ان بیچاروں کو وفاداری کے بیسیوں سپاسنامے پیش کرنا پڑے۔

اگر غیر مقلدین کی جماعت نے بٹالوی صاحب کو اپنی نمائندگی کا حق نہیں دیا تو پھر انہیں بٹالوی صاحب کا سرکار برطانیہ سے منظور اور الاٹ کرایا ہوا "اہل حدیث" کا برطانوی نام اور سرکاری لقب مسترد کرکے اپنے آپ کو وہابی یا غیر مقلد ہی کہلانا چاہیے۔ انہیں بٹالوی صاحب کے "سرکار برطانیہ" سے حاصل کیے ہوئے لقب کو استعمال کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔

ممکن ہے کہ بعض قادیانی اس مقام پر یہ تاثر دینے کی کوشش کریں کہ یہ مرزا صاحب کا الہامی اور کشفی فیصلہ تھا جو بٹالوی صاحب کے فتویٰ کفر سے رجوع کی صورت میں سامنے آیا۔ لیکن کسی قادیانی کو اتنی بڑی جسارت نہیں کرنی چاہیے۔ کیونکہ مرزا قادیانی آنجہانی کے کشف والہامات کے جھوٹا ہونے میں تو کسی غیر مقلد کو بھی شک وشبہ نہیں ہوگا۔ اور یقیناً نہیں ہوگا۔ ہاں البتہ پُرانی رفاقت اور دوستی کے پیش نظر دو دوستوں (مرزا قادیانی اور بٹالوی صاحب) کی ملی بھگت کو اگر مرزا صاحب اور دیگر قادیانی حضرات کشف والہام کا نام دے دیں تو یہ جُدا بات ہے۔ اور ایسی صورت میں اسے قبول کر لینے میں ہمیں بھی کوئی عار نہیں۔

بٹالوی صاحب کا مرزا قادیانی کے ساتھ دوستی کا اعتراف

مرزا صاحب اور بٹالوی صاحب کے درمیان رفاقت اور دوستی کا ذکر جو ہم نے کیا ہے اس کا اعتراف بٹالوی صاحب کو بھی ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

> مؤلف "براہین احمدیہ" (مرزا قادیانی) کے حالات وخیالات سے جس قدر ہم واقف ہیں ہمارے معاصرین سے ایسے واقف کم نکلیں گے۔ مؤلف صاحب ہمارے ہم وطن ہی نہیں بلکہ اوائل عمر کے (جب ہم قطبی اور شرح ملا پڑھتے تھے) ہمارے ہم مکتب بھی ہیں (اشاعۃ السنہ جلد نمبر، ص، بحوالہ مجدد اعظم ص ۲۲ بعثت مجددین ص ۴۴، احمدیہ پاکٹ بک ص ۴۵۷، مسیح موعود کے معجزات ص ۲۰ وغیرہ)

مرزا قادیانی کا بٹالوی صاحب سے دوستی کا اعتراف

بٹالوی صاحب کے گھر میں مرزا صاحب اور ان کی اہل بیت کی دعوت کا تذکرہ تو گزشتہ اوراق میں بیان ہو چکا ہے۔ جو دونوں حضرات کی پختہ اور گہری دوستی کی بیّن دلیل ہے لیکن اس کے علاوہ بھی مرزا صاحب نے بٹالوی صاحب سے دوستی کا اقرار کیا ہے۔ چنانچہ جب بٹالوی صاحب نے مجبور ہو کر مرزا صاحب کی مخالفت شروع کی تو مرزا صاحب اتنے گہرے دوست کی طرف سے مخالفت پر انتہائی دلگیر ہوئے۔ لیکن چونکہ سرکار برطانیہ کے انعامات نے مرزا صاحب کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تھا۔ جس کی وجہ سے انہوں نے اپنے اتنے گہرے دوست کی دوستی اور رفاقت کو بھی ان انگریزی انعامات پر قربان کر دیا چنانچہ

لکھتے ہیں۔

مجھے اس سے کچھ غم اور رنج نہیں کہ آپ جیسے دوست مخالفت پر آمادہ ہوں۔ .....میں آپ کے لیے دعا کروں گا۔ مگر ضروری ہے کہ جو آپ کے لیے مقدر ہے۔ وہ سب آپ کے ہاتھ سے پورا ہو جائے۔ (تاریخ احمدیت ص ۱۹۱/۲)

مرزا صاحب کی اتنی ناقابل برداشت بے وفائی پر ظاہر ہے کہ بٹالوی صاحب کے جگر پر بھی چوٹ لگی ہوگی۔ دل مضطرب ہوا ہوگا۔ لہٰذا انہوں نے بھی انتقاماً مرزا صاحب کے خلاف سرگرمیاں تیز تر کر دیں۔ لیکن تعجب اس بات پر ہے کہ بٹالوی صاحب نے مرزا صاحب کے خلاف سرگرمیاں تو تیز کر دیں۔ لیکن اپنے اصل رقیب جس نے بٹالوی صاحب سے اتنا گہرا دوست چھین لیا۔ یعنی "اقتدار برطانیہ" کے ساتھ بٹالوی صاحب کے مراسم و تعلقات انتہائی وفادارانہ تھے۔

کچھ نہ سمجھے خدا کرے کوئی

بہرحال اضطراب کچھ مرزا صاحب کا بھی کم نہیں تھا۔ وہ بھی شب و روز بٹالوی صاحب جیسے گہرے دوست کے لیے دعائیں کرتے رہے۔ آخر کار ان کی دعا "سرکار برطانیہ" کے حضور میں قبول و منظور ہوئی۔ اور بٹالوی صاحب نے اپنی پوری جماعت کی طرف سے قادیانی کی مخالفت ترک کر کے اپنے فتویٰ کفر سے رجوع کر لیا۔

(۴) مولانا معین الدین لکھوی (غیر مقلد) اور مولانا محی الدین لکھوی (غیر مقلد) کا عقیدہ

مولانا عبدالقادر صاحب حصاری (غیر مقلد) فرماتے ہیں۔

میری لاہوری جمعیۃ میں اس لئے شمولیت نہیں ہو سکتی کہ اس کے لکھوی امیر صاحب کے عقائد میں مرزائیت سرائیت کر گئی ہے۔ جس شخص کا عقیدہ یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام فوت ہو چکے ہیں۔ خروج دجال اور ظہور مہدی نہیں ہوگا۔ یہ سب افسانے ہیں۔ اور یہ عیسائی عقیدہ ہے کہ عیسیٰ علیہ السلام دوبارہ دنیا میں آئیں گے۔ اور بخاری و مسلم میں جعلی اور ناقابل اعتبار حدیثیں ہیں۔ مولوی معین الدین لکھوی اور محی الدین لکھوی ایسے

عقائد والے شخص کو کافر نہیں کرتے۔ حالانکہ لکھوی خاندان کے جدِ امجد بزرگوار عارف باللہ مولانا عبدالرحمن مدفون مدینہ منورہ اور دیگر اکابر علماء اہل حدیث کا فتویٰ شائع ہو چکا ہے۔ کہ حیاتِ مسیح کا منکر کافر ہے۔ مولوی محمد علی کے دونوں صاحبزادے صرف اپنے والد کی رعایت کے لیے اپنے خاندان کے بزرگ اعلیٰ کے فتوے کا انکار کرتے ہیں۔ اور مولوی محی الدین تو اس حد تک پہنچ گئے ہیں کہ مرزائیوں کو کافر نہیں کہتے۔ (تنظیم اہل حدیث لاہور ۲۲ مارچ ۱۹۷۵ء)

یعنی علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر (۱۸۸۴ء) کے تقریباً نوّے سال بعد (۱۹۷۴ء تک) بھی ابھی تک انہوں نے فتویٰ کفر جاری نہیں کیا تھا۔ ممکن ہے ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد قانونی اور آئینی طور پر مرزائیوں کے غیر مسلم اقلیت قرار دیئے جانے کی وجہ سے ان علماء کا نظریہ اور فتویٰ تبدیل ہو گیا ہو۔ اس لئے ہم اس پر کسی قسم کا کوئی تبصرہ نہیں کرنا چاہتے۔ لیکن یہ سوال اپنے مقام پر بدستور موجود رہے گا کہ علماءِ حق کی نوّے سالہ جدوجہد اور خصوصاً ۱۹۵۳ء کی تحریک ختم نبوت میں شہید ہونے والے دس ہزار سے زائد شہداء ختم نبوت کی قربانیاں اتنی بیدردی سے کیوں نظرانداز کر دی گئیں!

(۷) مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی (غیر مقلد)[۵] کا فتویٰ کہ لاہوری مرزائی کافر نہیں۔

ایک سائل نے مودودی صاحب سے لاہوری مرزائیوں کے بارے میں سوال کیا تو مودودی صاحب کی طرف سے یہ جواب ملا۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم — جماعت اسلامی پاکستان

نمبر ۲۵۰۷ حوالہ ۲۲۷ — ۵۔ اے، ذیلدار پارک اچھرہ لاہور

محترمی و مکرمی .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ — تاریخ ۶۸-۱-۲۹

آپ کا خط ملا۔ مرزائیوں کی لاہوری جماعت کفر و اسلام کے درمیان معلق ہے۔ یہ نہ ایک مدعیٔ نبوت سے بالکل برأت ہی ظاہر کرتی ہے۔ کہ اس کے افراد کو مسلمان

---

[۵] مودودی صاحب کے غیر مقلد ہونے کی باحوالہ بحث ہم انشاء اللہ العزیز اپنے دوسرے رسالہ "مودودیت ایک ناسور" میں بالتفصیل کریں گے۔ بشیر

قرار دیا جا سکے۔ نہ اس کی نبوت کا صاف اقرار کرتی ہے کہ اس کی تکفیر کی جا سکے[ل]۔

خاکسار غلام علی

معاون خصوصی مولانا سیّد ابوالاعلیٰ مودودی

یہ جواب میری ہدایت کے مطابق ہے۔

ابوالاعلیٰ

یہ فتویٰ مودودی صاحب نے امیر جماعت کی حیثیت سے دفتر جماعت اسلامی سے جماعت کے پیڈ پر جاری فرمایا جو اس چیز کی دلیل ہے کہ اس کی ذمہ داری صرف مودودی صاحب پر نہیں بلکہ ان کی پوری جماعت پر عائد ہوتی ہے لیکن اگر جماعت اس سے انحراف کی کوشش کرے تو بھی مودودی صاحب کا شخصی اور ذاتی عقیدہ اور نظریہ تو بالکل واضح ہے۔ کم ازکم جماعت کے ذمہ دار ارکان کو مودودی صاحب کے اس باطل نظریہ اور عقیدہ کا نوٹس لینا چاہیئے تھا۔

لیکن جماعت کیسے نوٹس لے سکتی تھی جب کہ پوری جماعت کا عقیدہ اور نظریہ یہی ہے۔ جیسا کہ جماعت کے منشور میں اس کی وضاحت موجود ہے۔

چنانچہ جماعت اسلامی کے "منشور" میں صراحت کے ساتھ لکھا ہے۔ کہ

جو لوگ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کسی اور کو نبی مانتے ہوں۔ اور اس کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیتے ہوں۔ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ کیونکہ ان کو مسلمان تسلیم کرنے کے معنی یہ ہیں کہ پاکستان کے مسلمان غیر مسلم اکثریت ہیں۔ (منشور جماعت اسلامی ص۱۲)

اور اس منشور کے سرورق پر یہ بات تحریر ہے کہ جماعت اسلامی پاکستان کا یہ منشور ۱۲ شوال ۱۳۸۹ھ ہجری (۲۰ دسمبر ۱۹۶۹ء) کو مرکزی مجلس شوریٰ نے منظور کیا۔

[ل] علماء کرام نے اس گمراہ کن فتوے کا بڑی شد و مد کے ساتھ تعاقب کیا۔ اور عوام الناس کو مودودی صاحب کی اس کھلی گمراہی سے آگاہ کیا۔ دیگر علماء کرام کے علاوہ شیخ الحدیث والتفسیر حضرت مولانا محمد سرفراز خان صفدر مدظلہ نے بھی اس فتویٰ کے رد میں ایک انتہائی مختصر مگر جامع رسالہ "مودودی صاحب کا ایک غلط فتویٰ" کے نام سے تقریباً ۱۳۹۰ھ میں تحریر فرمایا۔ جو طبع ہو چکا ہے۔ بشیر۔

منشور کی اس شق کی دو باتیں قابل توجہ ہیں۔

اولؔ :۔ یہ کہ جو شخص حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد کسی کو نبی مانے اسے کافر قرار دیا جائے۔ اور ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی لاہوری جماعت مرزا غلام احمد قادیانی کو نبی نہیں بلکہ مجدّد مانتی ہے۔ تو اس سے جماعت اسلامی کا موقف صاف طور پر واضح ہوگیا کہ وہ مرزا قادیانی کو نبی ماننے والی قادیانی جماعت کو تو کافر سمجھتے ہیں۔ لیکن اسے مجدّد ماننے والی لاہوری جماعت کے افراد کو کافر اور مرتد نہیں سمجھتے۔

ثانیؔ :۔ یہ کہ جو جھوٹے نبی کی نبوت پر ایمان نہ لانے والوں کو کافر قرار دیتے ہوں۔ انہیں غیر مسلم اقلیت قرار دیا جائے۔ اور صاف ظاہر ہے کہ مرزائیوں کی لاہوری جماعت مرزا قادیانی کی نبوت کا انکار کرنے والوں کو تو کجا اس کے مجدّد ہونے کا انکار کرنے والوں کو بھی کافر نہیں کہتی۔ جیسا کہ لاہوری جماعت کے پیشواؤں محمد علی لاہوری اور صدرالدین وغیرہ کی کتب سے واضح ہے۔ تو اس سے معلوم ہوا کہ جماعت اسلامی کے منشور کی اس شق کے مطابق لاہوری مرزائی غیر مسلم اقلیت قرار نہیں پاتے۔

اور جب یہ بات منشور کا ایک حصہ بن گئی تو جماعت اس سے انحراف کیسے کر سکتی ہے! اب اگر مودودی صاحب کے فتوے کو جماعت کے منشور کی اس شق کے ساتھ ملایا جائے تو ارباب عقل و دانش ان دونوں میں کچھ فرق محسوس نہیں کریں گے۔ ممکن ہے کہ ۱۹۷۰ء کے الیکشن کے بعد یا ۱۹۷۴ء کی تحریک ختم نبوت کے بعد جماعت کا نظریہ اور موقف تبدیل ہو گیا ہو۔ اس لئے ہم کوئی تبصرہ کر کے کسی کی دل آزاری کرنا پسند نہیں کرتے۔ لیکن یہ حقیقت ناقابل تردید ہے کہ ۱۹۶۹ء کے منشور میں لاہوری مرزائیوں کے بارے میں جماعت اسلامی نے من حیث الجماعت جو نظریہ اور موقف اختیار کیا وہ ملک و ملت کے لیے گمراہ کن تھا۔ جس سے انحراف ارباب جماعت کے لیے ناممکن ہے۔

(۱) خواجہ غلام فرید صاحب (چاچڑاں شریف) کا فتویٰ کہ مرزا قادیانی اہلسنت سے ہے اور سراپا ہدایت ہے۔ | چنانچہ مولوی محمد علی لاہوری لکھتے ہیں۔ و چند دیگر علماء کا

ذکر کرکے) ان کے علاوہ میاں غلام فرید صاحب سجادہ نشین چاچڑاں ہیں جنہوں نے فتویٰ کفر میں شامل ہونے سے انکار کیا۔

(مغرب میں تبلیغ اسلام ص۲)

اس عبارت کو اگر عبدالحکیم شرف قادری صاحب یا غیر مقلدین کے ذہن اور تحقیق کے مطابق دیکھا جائے تو یہ درست معلوم ہوگی۔ لیکن اگر حقیقت کی روشنی میں اس کا مطالعہ کیا جائے تو درست نہیں۔ کیوں کہ ابتداءً فتویٰ کفر کی مخالفت کے باوجود خواجہ صاحب نے بعد میں فتویٰ کفر دے دیا تھا۔ جیسا کہ آپ ملاحظہ کریں گے۔ مؤلف "تاریخ احمدیت" اشارات فریدی کے حوالے سے نقل کرتے ہیں کہ

چنانچہ آپ (خواجہ صاحب) نے فرمایا۔ حضرت مرزا (قادیانی) صاحب اپنے تمام اوقات عبادت الٰہی، دعا، نماز، تلاوتِ قرآن اور اسی نوع کے دیگر مشاغل میں گزارتے ہیں۔ دین اسلام کی حمایت کے لیے آپ نے ایسی کمرہمت باندھی ہے کہ ملکہ وکٹوریہ کو لندن میں دعوت اسلام بھیجی ہے۔ اسی طرح روس، فرانس اور دوسرے ممالک کے بادشاہوں کو اسلام کا پیغام دیا ہے۔ آپ کی تمام تر سعی و جدوجہد یہ ہے کہ تثلیث و صلیب کا عقیدہ جو سراسر کفر و الحاد ہے۔ صفحہ ہستی سے مٹ جائے اور اس کی بجائے اسلامی توحید قائم ہو جائے۔ مگر علماء وقت کو دیکھو کہ باقی تمام باطل مذاہب کو چھوڑ کر اس نیک مرد پر کفر کے فتووں سے ٹوٹ پڑے ہیں۔ جو اہل سنت والجماعت ہیں سے ہے۔ خود بھی صراط مستقیم پر گامزن ہے۔ اور دوسروں کو بھی اس کی راہنمائی کرتا ہے۔
آپ (یعنی مرزا قادیانی) کا تمام عربی کلام دیکھا جائے تو انسانی قدرت سے بالا ہے۔ نبوت کا اعتراف مخفی ہے۔ کیونکہ انسانی قدرت سے بالا کلام خدا تعالیٰ کا ہوتا ہے۔ جو انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات پر نازل ہوتا ہے۔ بشیر معارف و حقائق سے لبریز، اور سراپا ہدایت ہے۔

(تاریخ احمدیت ص۲/۱۹۶)

اس تمام عبارت کو اور بالخصوص خط کشیدہ الفاظ کو بار بار ملاحظہ کیجئے اور مرزا قادیانی سے ابتداءً خواجہ صاحب کی عقیدت کا اندازہ فرمائیے کہ خواجہ صاحب مرزا صاحب کے ساتھ عقیدت میں اس قدر شدت اختیار کر چکے تھے کہ علی الاعلان علماء امت کے اجتماعی فتویٰ کفر کی مخالفت پر اُتر آئے۔

اگرچہ خواجہ صاحب بعد میں مرزا صاحب کے مکفر اور مکذب ہو گئے تھے۔ جیسا کہ تصریح موجود ہے کہ

مرزا صاحب کی جو کتابیں حضرت خواجہ صاحب نے اس وقت تک دیکھی تھیں۔ ان میں مرزا صاحب کا دعویٰ نبوت درج نہ تھا۔ چنانچہ مرزا صاحب کی ایک تحریر سے جو آپ کی کتاب انجام آتھم صـ۶۹ پر درج ہے پایا جاتا ہے کہ حضرت خواجہ صاحب بھی بعد میں مرزا صاحب کے مکفر اور مکذب ہو گئے تھے۔

(فیصلہ مقدمہ بہاولپور صـ۱۲۸)

اب درج ذیل امور قابلِ توجہ ہیں۔

نمبر ۱۔ مولانا گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی کو اس وقت صالح مسلمان قرار دیا۔ جب کہ انہوں نے ابھی مرزا قادیانی کی ابتدائی کتاب "براہین احمدیہ چہار جلد" کا بھی مطالعہ نہیں کیا تھا جب کہ خواجہ صاحب مرزا صاحب کی بیسیوں کتب کا مطالعہ کر چکنے کے بعد بھی انہیں کافر قرار دینے پر آمادہ نہیں۔

نمبر ۲۔ مولانا گنگوہیؒ نے تو مرزا قادیانی کو صرف صالح مسلمان قرار دیا تھا۔ جب کہ خواجہ صاحب مرزا قادیانی کو عالم، زاہد، متقی، پرہیزگار، عبادت گزار، دین اسلام کا مبلغ، نیک مرد، اہل سنت والجماعت کا فرد، صراط مستقیم پر گامزن اور سرتاپا ہدایت قرار دے رہے ہیں۔

نمبر ۳۔ مولانا گنگوہیؒ تو اس وقت غلط فہمی کا شکار رہے جب کہ ابھی علماء لدھیانہ کے علاوہ کسی نے فتویٰ کفر جاری نہیں کیا تھا۔ لیکن خواجہ صاحب موصوف اس وقت بھی غلط فہمی میں مبتلا رہے جب کہ علماء حجاز اور علماء ہند کی اکثریت فتویٰ کفر جاری کر چکی تھی۔ یعنی خواجہ صاحب کا مرزا صاحب سے یہ اظہارِ عقیدت علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر (۱۳۰۱ھ)

کے بیس۲۰ سال بعد ۱۳۲۰ھ میں شائع ہوا (تاریخ احمدیت صـ۲۸۸ حاشیہ)

نمبر۴۔ مولانا گنگوہیؒ نے تو صرف فتوٰی کفر سے اختلاف کیا تھا۔ اس پر اصرار نہیں کیا۔ جب کہ خواجہ صاحب موصوف نے حد سے بڑھ کر نہ صرف یہ کہ مرزا صاحب کی تعریف و توصیف کی بلکہ علماء امت کے متفقہ فتوٰی کفر کی صریح اور کھلی مخالفت بھی کی۔

اور یہ تو ہر صاحبِ عقل و دانش جانتا ہے کہ اگر تین چار سال تک غلط فہمی میں مبتلا رہنا جُرم ہے (جیساکہ حضرت گنگوہیؒ ابتداءً تین چار سال تک غلط فہمی میں مبتلا رہے) تو بیس۲۰ سال کا طویل عرصہ غلط فہمی میں مبتلا رہنا اس سے بھی سنگین جرم ہے۔ اور کسی مسئلہ میں کسی سے اختلاف کرنا اگر گناہ ہے تو مخالفت کرنا اس سے بھی بڑا اور سنگین گناہ ہے۔ کسی کی تعریف میں اگر ایک کلمہ کہنا ناقابلِ معافی غلطی ہے تو اس کی تعریف میں بیسیوں کلمات سے درگزر کرنا کیسے ممکن ہے؟

جناب عبدالحکیم شرف قادری صاحب کو فتاوٰی قادریہ کی ابتداء میں ایک ورقی کا اضافہ کر کے اس میں حضرت مولانا گنگوہیؒ کے مرزا قادیانی کے بارے میں "صالح مسلمان" کے الفاظ پر اعتراض کرنا تو یاد رہا۔ لیکن اپنی ضخیم کتاب "تذکرہ اکابر اہلِ سنت پاکستان جلد اوّل" میں خواجہ صاحب موصوف کے تذکرہ میں خدا جانے وہ خواجہ صاحب کی مرزا قادیانی سے ابتداءً اتنی گہری عقیدت کو کیوں نظرانداز کر گئے ہیں۔ اسے ان کی سادگی کہا جائے جہالت کا نام دیا جائے، یا تعصب، ہٹ دھرمی اور بددیانتی قرار دیا جائے۔

جو مزاجِ یار میں آئے۔

اور جس کتاب "اشارات فریدی" کے حوالے سے مؤلف تاریخ احمدیت نے خواجہ صاحب موصوف کا یہ بیان نقل فرمایا ہے۔ اس کتاب کا اعتراف شرف قادری صاحب نے بھی کیا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

نیز آپ (خواجہ صاحب) کے ملفوظات مرتبہ مولانا رکن الدین "اشارات فریدی" کے نام سے چار جلدوں میں طبع ہو چکے ہیں۔ (تذکرہ اکابر اہلِ سنت صـ۳۲۴)

کتاب کا ذکر کرتے ہوئے خواجہ صاحب کے اس مذکورہ بیان کے بارے قادری صاحب کو اپنے

متاثرات بیان کرنے چاہیئے تھے۔ اگرچہ وہ صفائی کی صورت میں ہوتے۔ لیکن قادری صاحب نے دانستہ طور پر ان سے قطع نظر کیا۔ کیونکہ اس کے بعد حضرت مولانا گنگوہیؒ پر الزام کی کوئی حیثیت باقی نہ رہتی۔ ان پر الزام کی گنجائش کو برقرار رکھنے کے لیے قادری صاحب کو یہ ہاتھ کی صفائی دکھانی پڑی

(نوٹ) "اشارات فریدی" کا اردو ترجمہ "مقابیس المجالس" کے نام سے طبع ہو چکا ہے جس میں مترجم (کیپٹن واحد بخش) نے ابتدائیہ میں خواجہ صاحب کے اس بیان کا اطمینان بخش جواب خواجہ صاحب کے ملفوظات سے دیا ہے۔ اور آخر سے یہ بیان اور مرزا قادیانی سے متعلق دیگر عبارات حذف کر دی ہیں۔

لطیفہ:۔ یقیناً شرف قادری صاحب اور دیگر بریلوی حضرات یہ جواب دینے کی کوشش فرمائیں گے کہ یہ خواجہ صاحب کا ابتدائی مؤقف تھا۔ جو خواجہ صاحب نے قادیانی کے دعویٰ نبوت سے پہلے اختیار کیا۔ اور یہی بات ہم نے بیان کی ہے۔ لیکن یہ بات اگر ہم بیان کریں تو قابل قبول ہے۔ کیونکہ ہمارا اہل سنت والجماعت کا انبیاء کرام علیہم الصلوٰۃ والتسلیمات اور اولیاء عظام رحمہم اللہ تعالیٰ کے بارے میں عالم الغیب ہونے کا عقیدہ نہیں۔ اس لئے ہم تو یہ کہہ سکتے ہیں کہ چونکہ خواجہ صاحب عالم الغیب نہیں تھے۔ اس لئے وہ ایک عرصہ تک غلط فہمی کا شکار رہے۔ اور مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ جاری نہ کیا۔ لیکن جب حقیقت حال معلوم ہو گئی تو فوراً کفر کا فتویٰ جاری کر دیا۔

لیکن بریلوی حضرات اور خصوصاً شرف قادری صاحب کی طرف سے یہ عذر ہرگز قابل قبول نہ ہوگا۔ کیونکہ یہ بات تو بعید از عقل ہے کہ عالم الغیب بھی ہو اور غلط فہمی کا شکار بھی ہو۔ اب اس کی تین ہی صورتیں ہیں۔

اوّل:۔ یہ کہ خواجہ صاحب ولی نہیں۔ اور یہ بات بریلوی حضرات بھی تسلیم نہیں کریں گے۔ کیونکہ وہ تو خواجہ صاحب کو ولایت کے منصب سے بڑھ کر الوہیت اور ربوبیت کے درجہ اور مقام تک پہنچاتے ہیں۔ چنانچہ ایک غالی بریلوی شاعر یوں لب کشائی کرتے ہیں۔ ؎

تخت فرید تخت ہے رب فرید کا نقشہ کھچا ہوا ہے یہ عرش مجید کا

آیات بینات ہے مکھڑا فرید کا — دیدار کردگار ہے چہرہ فرید کا

(دیوان محمدی صفحہ ۸۵)

کیا خدا کی شان ہے یا خود خدا ہے جلوہ گر — ملتی ہے اللہ سے تصویر میرے پیر کی

(دیوان محمدی صفحہ ۹۳)

لاکھوں جلائے آپ نے ٹھوکر کے زور سے — اٹھتا نہیں مسیح سے مارا فرید کا

(دیوان محمدی صفحہ ...)

خرام ناز میں آیا تو دیکھا اور پہچانا — محمد مصطفیٰ یعنی خدا مٹھن کی گلیوں میں
خدا کو ہم نے دیکھا ہے سدا مٹھن کی گلیوں میں — خدا بے پردہ ہے جلوہ نما مٹھن کی گلیوں میں

(دیوان محمدی صفحہ ...)

ایسے واضح اشعار کی تشریح کی ضرورت ہی نہیں۔ ہر آدمی جو عقل سے محروم نہ ہو۔ انہیں آسانی سے سمجھ سکتا ہے۔ تو صاف ظاہر ہے کہ بریلوی حضرات خواجہ صاحب کی ولایت کا انکار کرنے کی جسارت نہیں کریں گے۔

ثانیؔ:۔ یہ کہ خواجہ صاحب ولی تھے۔ مگر ان کو علم غیب نہیں تھا۔ اور نتیجہ یہ نکلا کہ ولی کو علم غیب نہیں ہوتا۔ ممکن ہے کہ بریلوی حضرات اس سے کچھ برہم ہو جائیں۔ اس لیے ہم علم غیب کے بارے میں خواجہ صاحب موصوف ہی کا فیصلہ کن عقیدہ اور نظریہ نقل کر دیتے ہیں۔ تاکہ بریلوی حضرات کے لئے انکار کی کوئی گنجائش باقی نہ رہے۔ چنانچہ ملاحظہ فرمائیے۔

سوال:۔ علم غیب وصفات رحمٰن و قدوس جل شانہٗ مختصہ بجناب باری تعالیٰ کے ہے یا نہ؟

جواب:۔ علم غیب خاصۂ حق حضرت است جل شانہٗ۔ خاصۃ الشیٔ ما یوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ۔ عقیدہ فقیر ہمیں است (علم غیب اللہ جل شانہٗ کا خاصہ ہے۔ شیٔ کی خصوصیت کا یہی مطلب ہے کہ اس میں موجود ہو۔ اور اس کے غیر میں موجود نہ ہو۔ فقیر کا عقیدہ یہی ہے) فقیر غلام فرید بقلم خود سکنہ کوٹ مٹھن وچاچڑاں ریاست بہاولپور۔

از بندہ رشید احمد (گنگوہیؒ) عفی عنہ۔ بندہ کو آپ کے کارڈ کا مضمون معلوم ہوا۔ جو کچھ آپ نے لکھا ہے درست ہے۔ علم غیب خاصہ حق تعالیٰ ہے۔ اس لفظ کو کسی تاویل سے دوسرے پر اطلاق کرنا ایہام شرک سے خالی نہیں۔

(فتاویٰ رشیدیہ صفحہ ۹۷)

خواجہ صاحب موصوف کے فتوے سے صاف ظاہر ہے کہ وہ علم غیب کو خاصہ خداوندی مانتے ہیں۔ اور انبیاءؑ و اولیاءؒ کو عالم الغیب نہیں مانتے۔

ثالثؔ :۔ یہ کہ اگر بریلوی حضرات اس فتوے کے باوجود اولیاء کے لیے عقیدہ علم غیب کے قائل ہوں تو اس کی دو جزیں ہیں۔

پہلی جز یہ کہ وہ علماء لدھیانہ اور حضرت مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کو اولیاء اللہ تسلیم کریں۔ جنہوں نے اپنی علمی بصیرت اور ایمانی فراست سے مرزا قادیانی کے نظریات اور دعویٰ نبوت کو قبل از وقت معلوم کر کے اس پر کفر اور ارتداد کا فتویٰ جاری فرمایا۔

اور دوسری جز یہ ہے کہ بریلوی حضرات خواجہ صاحب موصوف پر (العیاذ باللہ تعالیٰ) کفر کا فتویٰ جاری کریں۔ کہ انہوں نے عالم الغیب ہوتے ہوئے، سب کچھ جانتے ہوئے۔ اور ہر چیز کا علم ہوتے ہوئے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ کیوں نہ دیا۔ اور اسے عابد، زاہد، متقی اور پرہیزگار کیوں قرار دیا۔ کیا یہ مرزا قادیانی کے ساتھ تعاون نہیں؟ اور کیا کفر کے ساتھ تعاون کفر نہیں؟ خواہ وہ تھوڑی مدت کے لیے ہی کیوں نہ ہو۔

ہم تو حضرت گنگوہیؒ کو ولی اللہ مانتے ہیں۔ امام ربانی مانتے ہیں، قطب الارشاد جانتے ہیں۔ لیکن یہ سب کچھ جاننے اور ماننے کے باوجود ان کو عالم الغیب نہیں مانتے۔ اس لئے ان کا کسی مسئلہ میں غلط فہمی کا شکار ہو جانا بعید از قیاس نہیں۔ اور نہ یہ غلط فہمی ان کی خوبیوں میں سے کسی خوبی پر اثر انداز ہو سکتی ہے۔ کیونکہ غلط فہمی نہ نبوت کے منافی ہے اور نہ ولایت کے۔ جیسا کہ انبیاء کرامؑ اور اولیاء عظامؒ کے حالات میں ایسے واقعات بکثرت موجود ہیں۔

اب دیکھنا یہ ہے کہ بریلوی حضرات کیا موقف اختیار کرتے ہیں۔ خواجہ صاحب کی ولایت کا انکار کرتے ہیں، ان کے علم غیب کا انکار کرتے ہیں یا علماء لدھیانہ کو اولیاء اللہ

تسلیم کر کے خواجہ صاحب پر کفر کا فتویٰ دیتے ہیں ؎

جن کو دعویٰ ہے بیاباں کو سنوارا ہم نے
ان سے پوچھو کہ اجاڑے ہیں گلستاں کس نے

اس پورے باب کا مطالعہ کرنے کے بعد قارئین کرام بآسانی صورت حالات پر غور کر سکیں گے۔ اور ان کے لیے حضرت گنگوہی کے ابتدائی فتویٰ کے بارے میں کوئی رائے قائم کرنے میں آسانی ہوگی۔ اور ان ناقابل فراموش حقائق کے مطالعہ کے بعد جو صورت حال سامنے آئے گی وہ یقیناً مخالفین کے لیے مفید ثابت نہیں ہوگی۔
اب ہم اگلے باب میں حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ نقل کرتے ہیں۔ تاکہ مخالفین کے گمراہ کن پروپیگنڈے کا پس منظر سامنے آجائے۔ اور ان کے دعوے کی حقیقت معلوم ہو جائے۔

مجھے تو سب ہی کہتے ہیں کہ رکھ نیچے نظر اپنی
انہیں تو کوئی نہیں کہتا نہ نکلو تم عیاں ہو کر ؎

○

چوتھا باب

حضرت گنگوہیؒ کے فتاویٰ

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کی وضاحت

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے

علماء لدھیانہ کے فتویٰ کفر سے اختلاف کے بعد اسی سال ۱۳۰۱ھ ہجری میں علماء لدھیانہ دارالعلوم دیوبند کے سالانہ جلسہ میں شرکت کے لیے دیوبند تشریف لائے۔ اور مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ سے ملے۔ اور انہیں مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات سے زبانی طور پر آگاہ کیا۔ چنانچہ مولانا محمد لدھیانویؒ فرماتے ہیں۔

راقم الحروف نے کچھ حال قادیانی کا بطور اجمال زبانی بیان کیا۔ (فتاویٰ قادریہ صٹ)

اس سے صاف ظاہر ہے کہ مولانا محمد یعقوب صاحب نانوتوی کو مرزا قادیانی کے نظریات کا علم نہیں تھا۔ جیسا کہ انہوں نے خود ابتداء قادیانی نظریات معلوم ہو جانے کے بعد فرمایا کہ

> میں اس شخص (مرزا قادیانی) کو اپنی تحقیق میں غیر مقلد (مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ نے غیر مقلد کی جگہ لامذہب اور آزاد خیال کے الفاظ استعمال کئے ہیں رئیس قادیان صـ۹ـ۲ بشیر) جانتا ہوں۔ اور آپ کو اس کی تکفیر سے منع نہیں کرتا۔ کیونکہ آپ اس کے کل حالات سے بسبب قریب الوطن ہونے کے واقف ہیں۔ اور نیز آپ نے اس کی کتاب "براہین احمدیہ" کی ہر چہار جلد دیکھ لیا ہے۔ (فتاویٰ قادریہ صـ۱۶ـ)

اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ مولانا محمد یعقوب نانوتویؒ کو پہلے مرزا قادیانی کے نظریات کا علم نہیں تھا۔ اور نہ انہوں نے براہین احمدیہ کا مطالعہ کیا تھا۔ ایسے ہی حضرت گنگوہیؒ

کو بھی قادیانی کے نظریات کا علم نہیں تھا۔ اور نہ انہوں نے براہین احمدیہ پڑھی تھی جیسا کہ مولانا ابوالقاسم محمد رفیق دلاوریؒ فرماتے ہیں کہ

مولانا محمد یعقوبؒ صاحب نے فرمایا کہ میں نے اور مولانا گنگوہیؒ نے اس کتاب (براہین احمدیہ) کا مطالعہ نہیں کیا۔ (رئیس قادیان ص۹)

اس کے باوجود مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کا یہ فتویٰ انتہائی احتیاطی تھا۔ جو زبانی طور پر قادیانی نظریات معلوم ہونے پر زبانی طور پر دے دیا گیا۔ اس کے بعد علماء لدھیانہ مولانا گنگوہیؒ کی خدمت میں تشریف لے گئے۔ اور ان سے اس مسئلہ پر گفتگو کی۔ ساتھ ہی مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کے تأثرات بھی بیان کر دیئے۔ اس پر مولانا گنگوہیؒ نے فرمایا۔

مولانا محمد یعقوبؒ صاحب ہمارے سب کے بڑے ہیں۔ اس باب میں جو فرمائیں مجھ کو منظور ہے۔ (فتاویٰ قادریہ ص۱، رئیس قادیان ص۱/۲)

چنانچہ علماء لدھیانہ دوبارہ مولانا محمد یعقوبؒ صاحب کی خدمت میں حاضر ہوئے اور مولانا گنگوہیؒ کا فرمان سنایا۔ اور تقاضا کیا کہ آپ اپنا فیصلہ تحریری طور پر لکھ کر دیں۔ مولانا نے فرمایا کہ اس وقت جلسہ کی مصروفیت کی وجہ سے وقت نہیں ہے۔ اس لیے میں بعد میں اپنا فیصلہ تحریر کر کے آپ کو ارسال کر دوں گا۔ چنانچہ چند دن کے بعد انہوں نے اپنا یہ فیصلہ ارسال کر دیا کہ

یہ شخص (مرزا قادیانی) میری دانست میں غیر مقلد معلوم ہوتا ہے۔ اور اس کے الہامات اولیاء اللہ کے الہامات سے کچھ علاقہ نہیں رکھتے۔ اور نیز اس شخص نے کسی اہل اللہ کی صحبت میں رہ کر فیض باطنی حاصل نہیں کیا۔ (فتاوی قادریہ ص۱، رئیس قادیان ص۱/۲)

مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ کا خواب اور مرزا قادیانی کی بے دینی

فتویٰ کفر کے بارے میں علماء کرام کے اختلاف کی وجہ سے مولانا شاہ عبدالرحیم سہارنپوریؒ نے مرزا قادیانی کے بارے میں استخارہ کیا۔ تاکہ اس کے بارے میں کوئی خدائی اشارہ ملے اور علماء کا اختلاف ختم ہو۔ چنانچہ

شاہ صاحب نے خواب میں دیکھا کہ

یہ شخص (مرزا قادیانی) بھینسہ پر سوار ہے۔ اور منہ اس کا دم کی طرف ہے۔ میں نے جب غور سے دیکھا تو اس کے گلے میں زنار (ہندوؤں کا مذہبی علامتی نشان۔ بشیر) نظر آئی۔ جس سے اس کا بے دین ہونا ظاہر ہے۔ (فتاویٰ قادریہ ص۱)

اس کے بعد شاہ صاحب فرماتے ہیں کہ

جو علماء اس کی تردید میں اب متردد ہیں۔ کچھ عرصہ کے بعد وہ بھی اسے خارج از اسلام قرار دیں گے۔ (فتاویٰ قادریہ ص۱)

مولانا ابوالقاسم رفیق دلاوریؒ اس پر تبصرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں

چنانچہ مولانا عبدالرحیمؒ کی پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ اور تمام دوسرے اکابر امت جو (مرزا) قادیانی کی تکفیر سے پہلوتہی کرتے اور لوگوں کو اس سے منع کرتے تھے۔ آئندہ چل کر اسے مرتد اور خارج از اسلام قرار دینے لگے۔ (رئیس قادیان ص۲)

فخر المحدثین حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ کی وضاحت

مولوی احمد رضا خان بریلوی نے جب علماء دیوبند رحمہم اللہ تعالیٰ کی عبارات میں قطع و برید کر کے چند خانہ ساز عقائد کو علماء دیوبند کی طرف منسوب کر کے دھوکہ، مکر، فریب اور جھوٹ کے ساتھ علماء حجاز سے دستخط لے کر "حسام الحرمین" کے نام سے کتاب شائع کی تو شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ نے علماء حجاز کو خان صاحب بریلوی کی مکاریوں اور بد دیانتیوں سے آگاہ فرما کر ان عقائد باطلہ سے علماء دیوبند کی برأت سے انہیں آگاہ کیا۔ چنانچہ اس پر علماء حجاز نے اپنی تسلی کے لیے چھبیس ۲۶ سوالات مرتب کر کے دیئے کہ علماء دیوبند کے عقائد کی حقیقت معلوم ہو۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارن پوریؒ نے ان سوالات کے جوابات مرتب کئے۔

اس وقت کے تمام جید علماء دیوبند (شیخ الہند مولانا محمود الحسن دیوبندیؒ۔ حضرت مولانا احمد حسن امروہیؒ، مفتی عزیز الرحمٰنؒ صاحب، مولانا اشرف علی تھانویؒ، شاہ عبدالرحیم رائپوریؒ،

مولانا حبیب الرحمٰن عثمانیؒ، مولانا مفتی کفایت اللہ دہلویؒ وغیرہ) نے ان جوابات پر مہر تصدیق ثبت کردی۔ ان کے علاوہ علماء حجاز، علماء مصر اور شام وغیرہ اسلامی ممالک کی تصدیقات بھی اس پر موجود ہیں۔

یہ جوابات مع سوالات ۱۳۲۵ھ ہجری میں "المہند علی المفند" کے نام سے عربی میں شائع ہوئے۔ حضرت مولانا خلیل احمد سہارنپوریؒ نے ہی ان کا اردو ترجمہ کیا۔ جو عقائد علماء دیوبند کے نام سے ہند و پاک میں متعدد بار طبع ہو چکا ہے۔ جید علماء دیوبند کی تصدیقات سے آراستہ ہونے کی وجہ سے اس کتاب "المہند علی المفند" کو تمام علماء دیوبند کا اعتماد حاصل ہے۔ اور یہ سب کی مصدقہ ہے۔

خان صاحب بریلوی نے علماء دیوبند پر ایک الزام یہ بھی لگایا کہ یہ مرزا قادیانی کے ساتھ تعلق رکھتے ہیں۔ اور اس کی طرح یہ بھی حضور نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اجرائے نبوت کو جائز سمجھتے ہیں۔ خان صاحب کے اس الزام کے پیش نظر علماء حجاز نے ایک سوال مرزا قادیانی سے متعلق بھی ارسال کیا کہ اس کے بارے میں علماء دیوبند کی کیا رائے ہے چنانچہ اس کے جواب میں مولانا سہارنپوریؒ فرماتے ہیں

> ہم اور ہمارے مشائخ سب کا مدعی نبوت و مسیحیت قادیانی کے بارے میں یہ قول ہے کہ شروع میں جب تک اس کی بد عقیدگی ہمیں ظاہر نہ ہوئی بلکہ یہ خبر پہنچی کہ وہ اسلام کی تائید کرتا ہے۔ اور تمام مذاہب کو بدلائل باطل کرتا ہے تو جیسا کہ مسلمان کو مسلمان کے ساتھ زیبا ہے ہم اس کے ساتھ حسن ظن رکھتے۔ اور اس کے بعض ناشائستہ اقوال کو تاویل کر کے محمل حسن پر حمل کرتے رہے۔ اور اس کے بعد جب اس نے نبوت و مسیحیت کا دعویٰ کیا۔ اور عیسیٰ مسیحؑ کے آسمان پر اٹھائے جانے کا منکر ہوا۔ اور اس کا خبیث عقیدہ اور زندیق ہونا ہم پر ظاہر ہوا تو ہمارے مشائخ نے اس پر کافر ہونے کا فتویٰ دیا۔
>
> (المہند علی المفند ص ۲۶)

مولانا گنگوہیؒ کا پہلا فتویٰ۔ مرزا قادیانی مجنون ہے | حضرت مولانا گنگوہیؒ کا فتویٰ نہ

صرف ہندوستان بلکہ عالم اسلام کے علمی حلقوں میں حرف آخر کی حیثیت رکھتا تھا۔ اس لئے وہ فتویٰ کے معاملہ میں انتہائی محتاط تھے۔ مولانا نے اسی لئے ابتداءً مرزا قادیانی پر فتویٰ کفر دینے سے گریز کیا۔ اور بعد میں بھی یکلخت کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ بلکہ مرزا قادیانی کے دعوؤں میں جوں جوں بتدریج تبدیلیاں پیدا ہوتی رہیں حضرت گنگوہیؒ کے فتوؤں میں بھی آہستہ آہستہ سختی اور شدت پیدا ہوتی گئی۔ چنانچہ مرزا قادیانی کے ابتدائی نظریات (جو دعویٰ نبوت اور انکار حیات مسیحؑ سے قبل تھے) معلوم ہونے پر بھی مولانا گنگوہیؒ نے صرف گمراہی کے فتوے جاری کئے۔ اور ان نظریات کے بارے میں تاویل سے کام لیتے ہوئے فتویٰ کفر دینے سے گریز کیا۔ ابتداءً مولانا گنگوہیؒ نے جو فتوے جاری کئے وہ ملاحظہ فرمایئے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

اگر (مرزا قادیانی) ایسے دعوے کرتے ہیں تو مجنون ہیں۔ اب تک جو ان کے مشہودات تھے تاویل کیے جاتے تھے۔ دعویٰ مسیحیہ و مہدویت سراسر غلط ہے (مفاوضات رشیدیہ[1] ۔ مفاوضہ ۲۲ ص ۳۸)

اس میں "اگر" کا لفظ اس چیز پر دلالت کرتا ہے کہ حضرت گنگوہیؒ مرزا قادیانی کے دعوؤں سے بے خبر تھے۔

دوسرا فتویٰ: مرزا قادیانی کا عقیدہ ناحق ہے لیکن تکفیر مناسب نہیں

(مرزا قادیانی کے مزید دعوؤں کا علم ہوا تو مولانا گنگوہیؒ نے فتویٰ دیا کہ

لہٰذا واضح ہے کہ (مرزا قادیانی کا) یہ عقیدہ محدثہ، مخترعہ، ناصواب و ناحق ہے ...... مگر معاذاللہ اس صاحب عقیدہ کی تکفیر مناسب نہیں۔ (مفاوضہ نمبر ۲۴ ص ۳۹)

[1] ۔ یہ حضرت مولانا رشید احمد گنگوہیؒ کے مکتوبات ہیں جو انہوں نے حضرت مولانا اشرف علی صاحب سلطان پوری (فاضل مدرسہ مظاہر العلوم سہارنپور) کے نام تحریر فرمائے۔ اور سہارنپور سے طبع ہوئے۔ ان کے لیے میں استاد محترم و معظم و مکرم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب مدظلہ (مدرسہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ) کا انتہائی ممنون ہوں کہ انہوں نے مطالعہ کے لیے عنایت فرمائے۔ بشیر۔

مرزا قادیانی کے عقائد و نظریات اگرچہ درست نہ تھے۔ لیکن ان میں تاویل کی گنجائش تھی۔ اس لئے حضرت گنگوہیؒ نے فتویٰ کفر دینے سے گریز کیا۔ کیونکہ فقہاء امت کا یہ مذہب و مسلک ہے کہ

اگر ایک مسئلہ کے ایک سو۱۰۰ مختلف مفہوم و معانی ہوں۔ ان میں سے ننانوے۹۹ کفر کے اور ایک اسلام کا ہو تو ایسا مسئلہ اختیار کرنے والے شخص پر کفر کا فتویٰ دینے سے اجتناب اور گریز ضروری ہے۔

تیسرا۳ فتویٰ۔ مرزا قادیانی کے دماغ میں فتور ہے اور ان کے خیالات القائے شیطانی ہیں۔

چنانچہ مولانا گنگوہیؒ فرماتے ہیں۔

مرزا صاحب کا اصرار اور ہٹ اپنے خیال باطل سے چمٹا چلا جاتا ہے گویا دماغ میں ان کے فتور آگیا ہے۔ اب مجھ کو اندیشہ ہے کہ وہ اہل ہوا میں داخل ہوں...... آپ ان سے نہ ملیں۔ سوائے تکدر کے اور کچھ حاصل نہ ہوگا۔ یہ خیال ان کا خطرۂ القائے شیطانی ہے۔ (مفاوضہ نمبر۲۵ صفحہ۲)

چوتھا۴ فتویٰ۔ مرزا قادیانی گمراہ ہے اور اس کے ماننے والے بھی گمراہ ہیں۔

جب مرزا قادیانی کے نظریات مزید کھلے تو مولانا گنگوہیؒ نے اگرچہ فتویٰ کفر دینے سے تو بھی گریز کیا۔ لیکن اپنے فتوے میں مزید شدت اور سختی اختیار کرلی۔ اور مرزا اور اس کے متبعین کی گمراہی کا فتویٰ جاری کردیا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مرزا قادیانی گمراہ ہے۔ اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ اگر (مسلمان اس کی) جماعت سے الگ رہیں تو اچھا ہے۔ جیسا کہ رافضی، خارجی کا (اہل سنت والجماعت سے) جدا رہنا اچھا ہے۔ ان کی واہیات مت سنو۔ اگر ہوسکے اپنی جماعت سے خارج کردو۔ بحث کرکے ساکت کرنا اگر ہوسکے تو ضروری ہے۔ ورنہ ہاتھ سے ان کو جواب دو۔ اور ہرگز فوت ہونا عیسیٰ علیہ السلام کا آیات سے ثابت نہیں وہ بکتا ہے۔ اس کا جواب علماء نے دے دیا ہے۔ مگر وہ گمراہ اپنے اغواء و اضلال سے باز نہیں آتا۔ حیا اس کو نہیں رہی کہ شرما دے۔ جو عقیدہ صحابہ سے آج تک

ہے۔ وہ یہ ہے کہ (عیسیٰ علیہ السلام) زندہ آسمان پر گئے۔ اور نزول فرماکر دنیا میں فوت ہوویں گے۔ اس کے خلاف باطل ہے (تذکرۃ الرشید صفحہ ۱۲)

یہ فتویٰ مولانا کے اپنے عقیدہ اور مرزا قادیانی کے بارے میں ان کے نظریہ کو کافی حد تک واضح کر دیتا ہے۔ اس کے بعد اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہیں رہتی۔ لیکن اس کے باوجود مولانا گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی کے مزید عقائد باطلہ معلوم ہونے پر مزید سختی اور شدت کے ساتھ فتوے جاری فرمائے۔

پانچواں فتویٰ۔ مرزا قادیانی دجّال اور کذاب ہے۔

مرزا قادیانی کی شوخیاں اور جسارتیں کچھ اور بڑھیں۔ اور مزید اس کے عقائد باطلہ کا ظہور ہوا تو مولانا گنگوہیؒ نے یہ فتویٰ جاری فرمایا۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مرزا قادیانی حسب وعدۂ فخر عالم علیہ السلام دجال، کذاب پیدا ہوا ہے۔ مثل مختار ثقفی (مدعی نبوت) کے۔ اوّل دعوٰی تائیدِ دین کیا۔ اب مدعی نبوت درپردہ ہوکر مفسد خلق ہوا۔ اور بڑا چالاک ہے۔ کہ اشتہار مناظرہ کا دیتا ہے۔ اور جب کوئی مقابل ہوتا ہے تو لطائف الحیل سے ٹال دیتا ہے ..... بندہ نے اس کے باب میں فتویٰ لکھا ہے۔ وہ ملفوف ہے۔ (غالباً اسی فتوی کی طرف اشارہ ہے جو بٹالوی صاحب کی تحریک پر دیا گیا بشیرؔ) ہرگز تردّد نہ کرنا چاہیئے۔ جو نصوص کا منکر ہوگا وہ اہل ہوا میں داخل ہے۔ آپ اپنی طرف کے لوگوں کو قطعی ممانعت اس سے ملنے کی کر دیں۔ ہرگز اس کے ناحق اور اہل باطل ہونے میں تامل نہ فرماویں۔ (مفاوضہ نمبر ۲۶، صفحہ ۴۱)۔

مذکورہ فتوے میں مولانا گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی کو دجال اور مختار ثقفی (مدعی نبوت) قرار دیا ہے۔ جن دونوں کے کفر میں کسی مسلمان کو شک نہیں۔

چھٹا فیصلہ کن فتویٰ۔ مرزا قادیانی کافر اور دائرہ اسلام سے خارج ہے

ان تمام حالات و واقعات کے بعد جب مرزا قادیانی کھل کر سامنے آگیا تو مولانا گنگوہیؒ نے بھی اس پر صریح فتویٰ

کفر جاری کر دیا۔ جو مختلف صورتوں میں ظاہر ہوا۔ چنانچہ بٹالوی صاحب نے مرزا قادیانی کی حمایت سے دستبردار ہو کر اس کے خلاف فتویٰ کفر مرتب کیا۔ جس پر برصغیر کے تمام جید علماء نے دستخط کیے۔ اور انہیں دستخطوں کے ساتھ وہ شائع ہوا۔ مؤلف تاریخ احمدیت لکھتے ہیں۔

(بٹالوی صاحب کا) یہ فتویٰ کم و بیش ڈیڑھ سو صفحات پر مشتمل تھا۔ اور اس میں دہلی، آگرہ، حیدرآباد دکن، بنگال، کانپور، علی گڑھ، بنارس، اعظم گڑھ، لدھیانہ، گنگوہ، دیوبند، سہارنپور وغیرہ غرضیکہ (متحدہ) ہندوستان کے اہم مقامات کے علماء کے فتاویٰ درج تھے۔ (تاریخ احمدیت ص۱۹۴)

بٹالوی صاحب، کے فتویٰ کفر پر مولانا گنگوہیؒ کے دستخط بھی موجود ہیں۔ جیسا کہ خود مولانا گنگوہیؒ نے بھی اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں:

اس (مرزا قادیانی) کے باب میں مولوی محمد حسین لاہوری (بٹالوی) نے فتویٰ طبع کیا ہے کہ قریب شائع ہونے والا ہے۔ (مفاوضہ نمبر ۲۹ ص۴۳)

(نوٹ) بٹالوی صاحب کا مرتبہ فتویٰ کفر کافی تلاش اور جستجو کے باوجود ہمیں میسر نہیں آ سکا۔ اگر کسی صاحب کے پاس موجود ہو تو مطالعہ کے لیے عنایت فرما کر ممنون فرمائیں۔

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے قادیانی کی تکفیر کا اشتہار بٹالوی صاحب کے فتویٰ کفر پر دستخط کرنے کے علاوہ مولانا گنگوہیؒ نے اپنی طرف سے بھی مرزا قادیانی کے بارے میں فتویٰ کفر کا ایک اشتہار شائع فرما کر تقسیم کیا۔ چنانچہ حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارنپوریؒ فرماتے ہیں۔

قادیانی کے کافر ہونے کی بابت ہمارے حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ تو طبع ہو کر شائع بھی ہو چکا ہے۔ بکثرت لوگوں کے پاس موجود ہے۔ کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں۔ (المہند المفند ص۲)

اس فتویٰ کفر کی اشاعت کے بعد تو اعتراض کی کوئی گنجائش باقی نہ تھی۔ لیکن تعصب اور ہٹ دھرمی کی انتہا ہے کہ اس فتویٰ کفر کی اشاعت کے باوجود بھی مخالفین و معاندین نے تنقید اور مخالفت کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ اگرچہ وہ فتویٰ کفر کا اشتہار محفوظ نہیں رہ سکا۔

ممکن ہے کہ کسی قدیم لائبریری یا کتب خانہ میں موجود ہو۔ مگر پبلک میں عام نہیں ہے لیکن تاریخ کے اوراق میں اس فتوی کفر کا ذکر نہ صرف موجود ہے بلکہ محفوظ ہے۔ جو اس چیز کی دلیل ہے کہ مولانا گنگوہیؒ نے فتوی کفر جاری فرمایا۔ جس سے انکار حقیقت سے انکار ہے۔ جو بہر صورت ممکن نہیں۔

مولانا گنگوہیؒ کے فتوی کفر پر مرزا قادیانی کی اپنی شہادت

مولانا گنگوہیؒ کے فتوی کفر کا اقرار و اعتراف مرزا قادیانی نے بھی کیا ہے۔ اور اس کی شہادت اس مقام پر ناقابل تردید ہے۔ چنانچہ مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہی اٹھا۔ اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا۔ اور جھوٹے پر لعنت کی۔ (نزول مسیح ص۲۲)

ایک دوسرے مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

ایک فیصلہ کرنے والا اشتہار انعامی ہزار روپیہ میاں رشید احمد گنگوہی وغیرہ کی ایمانداری پرکھنے کے لئے۔ جنہوں نے اس عاجز (مرزا قادیانی) کی نسبت یہ اشتہار شائع کیا ہے۔ کہ یہ شخص (قادیانی) کافر دجال اور شیطان ہے۔ (رسالہ انوار الاسلام ص۲۶ بحوالہ رئیس قادیان ص۱۹۳)

مرزا صاحب کا یہ رسالہ انوار الاسلام ۱۸۹۴ء میں شائع ہوا۔ جس میں مرزا صاحب نے مولانا گنگوہیؒ کے فتوی کفر کا اعتراف و اقرار کیا۔ جس سے صاف ظاہر ہو گیا کہ مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے فتوی کفر ۱۸۹۴ء سے قبل ہی جاری ہو چکا تھا۔ یعنی حضرت گنگوہیؒ نے اپنی وفات سے تقریباً بارہ سال قبل ہی فتوی کفر جاری کر دیا تھا۔ حضرت گنگوہیؒ کی وفات ۱۹۰۵ء میں ہوئی مرزا قادیانی کی اس ناقابل تردید شہادت کے بعد ساری حقیقت حال روز روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ اور کسی قسم کا کوئی اشکال باقی نہیں رہتا۔ اور یہاں اس حقیقت کا اظہار بھی دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ مرزا قادیانی نے کھل کر دعوی نبوت کا اظہار ۱۹۰۱ء کے بعد کیا۔ جبکہ حضرت گنگوہیؒ اس پر فتوی کفر تقریباً سات آٹھ سال قبل ہی دے چکے تھے۔

جناب عبد الحکیم شرف قادری صاحب نے "فتاوی قادریہ" کو بنیاد بنا کر مولانا گنگوہیؒ

پر تنقید کی ہے۔ اور اس کے ساتھ "فتاوی رشیدیہ" پر بھی خوب بگڑے ہیں۔ کہ چونکہ "فتاوی قادریہ" میں مولانا گنگوہی کا مرزا قادیانی کے بارے میں "صالح مسلمان" کا فتوی ہے۔ اور "فتاوی رشیدیہ" میں بھی مولانا گنگوہی کا مرزا قادیانی کے بارے میں کوئی فتوی نقل نہیں کیا گیا۔ لہذا مولانا گنگوہی کا مرزا قادیانی کے بارے میں کوئی فتوی کفر سرے سے موجود ہی نہیں۔ اگر قادری صاحب آنکھوں سے تعصب کی پٹی اتار کر ان ناقابل انکار حقائق کا مطالعہ کریں تو یقیناً ان کی معلومات میں اضافہ ہوگا۔ جنہیں تاریخ کا ایک طالب علم ہونے کی حیثیت سے تسلیم اور قبول کر لینا ان کی اخلاقی ذمہ داری ہے۔ لیکن اس کے لیے انصاف اور دیانت کے ساتھ جذبہ مفاہمت بھی شرط ہے۔ جب کہ یہ تمام چیزیں اس پورے گروہ میں مفقود ہیں۔

طوفان کی اس ادا میں بھی کتنا خلوص تھا
ساحل تک آ گیا ہے مجھے ڈھونڈتا ہوا

○

پانچواں باب

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے فتویٰ کفر کے بعد مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کا ردِ عمل

مولانا گنگوہیؒ کو مناظرہ کا پہلا چیلنج

مولانا گنگوہیؒ کی طرف سے مرزا قادیانی کے کفر و ارتداد کا فتویٰ شائع ہونے کے بعد مرزا قادیانی نے حسب عادت چیلنج بازیوں کا سلسلہ شروع کر دیا۔ قاضی محمد اسلم صاحب (غیر مقلد) کا جوشِ جنوں بڑھا تو مجنونانہ کیفیت میں فرمانے لگے۔ کہ

کوئی حنفی مولوی سینہ پر ہاتھ رکھ کر بتا سکتا ہے۔ جس نے مرزا غلام احمد سے مناظرہ کیا ہو۔ (علماء دیوبند اور انگریز ص۱۴۰)

محترم قاضی صاحب! ذرا جگر پر ہاتھ رکھ کر ملاحظہ فرمایئے۔ جناب اصل حقیقت یہ ہے کہ مرزا صاحب آپ کے گھر کے آدمی تھے۔ انہیں آپ کے مولویان کرام کے مبلغ علم کی خبر تھی اور انہیں ان سے رعایت کی امید بھی تھی۔ جب کہ علماء احناف سے انہیں رعایت کی توقع ہرگز نہ تھی۔ اس لیے وہ علماء احناف کو چیلنج ضرور کرتے تھے۔ لیکن ان کا سامنا کرنے کی ہمت اور جرأت ان میں نہیں تھی۔ چنانچہ اسی طرح انہوں نے مولانا گنگوہیؒ کو بھی مناظرہ، مباحثہ اور مباہلہ کے چیلنج کئے۔ لیکن ان کا سامنا کرنے کی ہمت نہ کر سکے۔ چنانچہ مولف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں۔

اس دوران پیر سراج الحق صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام (مرزا قادیانی) سے عرض کیا کہ سب لوگوں کی نظر مولوی رشید احمد گنگوہی کی طرف لگ رہی ہے (یہ مولانا گنگوہیؒ کی علمیت و عظمت اور فیصلہ کن شخصیت ہونے کا کھلا اعتراف ہے۔ بشیر) اگر حکم ہو تو مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو لکھوں کہ وہ مباحثہ کے

لئے آمادہ ہوں۔ چنانچہ (مرزا قادیانی کی اجازت سے) مولوی رشید احمد صاحب کو خط لکھا گیا۔ تو مولوی رشید احمد صاحب نے اس خط کے جواب میں لکھا کہ میں بحث کو مرزا صاحب سے منظور کرتا ہوں لیکن تقریری اور زبانی۔ تحریری مجھے منظور نہیں۔ اور یہ بحث (کسی خفیہ مقام پر نہیں بلکہ) جلسہ عام میں ہو گی۔

(تاریخ احمدیت ص۲۰۷)

خود حضرت گنگوہیؒ نے بھی مرزا قادیانی اور اس کے حواریوں کی طرف سے کئے گئے اس مناظرہ اور مباحثہ کا ذکر فرمایا ہے۔ چنانچہ فرماتے ہیں۔

مرزا غلام احمد (قادیانی) کے مریدوں نے مجھ سے مناظرہ کا تقاضا کیا تھا۔ میں نے قبول کر لیا۔ کہ یہ مناظرہ سہارن پور میں تقریری طور پر جلسہ عام میں ہو۔ لیکن انہوں نے قبول کرنے سے انکار کر دیا۔ (مفاوضہ نمبر ۱۔ ص۴۲)

یعنی مرزا صاحب کی کوشش یہ تھی کہ یہ مباحثہ تحریری ہو۔ تاکہ بحث کو طول دے کر ادھر ادھر کی خارجی بحثیں چھیڑ کر بات چھپائی جائے۔ اور اصل حقائق کو لوگوں کی نظروں سے اوجھل کر دیا جائے۔ جب کہ مولانا گنگوہیؒ کا تقاضا یہ تھا کہ بحث تحریری کی بجائے تقریری ہو۔ تاکہ ہر خاص و عوام اس سے افادہ بھی کر سکے۔ اور حقیقت بھی فوری طور پر عوام کے سامنے آجائے لیکن مرزا صاحب اس پر آمادہ نہ ہو سکے۔ اور انکار کر دیا۔ اور تقریری مناظرہ کی صورت میں بھی ان کی کوشش یہ تھی کہ کسی خفیہ مقام پر ہو، عام نہ ہو۔ تاکہ عام لوگوں کے سامنے ان کی حقیقت واضح نہ ہو جائے۔ مرزا صاحب کی انہی مکاریوں کی وجہ سے حضرت گنگوہیؒ مرزا صاحب کے بارے میں فرماتے ہیں کہ

(مرزا قادیانی) بڑا چالاک ہے کہ اشتہار مناظرہ کا دیتا ہے۔ اور جب کوئی مقابل ہوتا ہے تو بطائف الحیل سے ٹال دیتا ہے۔ (مفاوضہ نمبر ۲۶، ص۴۲)

مناظرہ کا دوسرا چیلنج مولانا گنگوہیؒ نے جب تقریری مناظرہ پر اصرار فرمایا تو مرزا صاحب مجبور و بے بس ہو گئے۔ لہذا انہوں نے مجبوراً تقریری چیلنج قبول کر لیا۔ اور عجیب و غریب شرائط عائد کر دیں۔ تاکہ یہ مناظرہ نہ ہو سکے۔ چنانچہ مؤلف "تاریخ احمدیت" بیان

رقم طراز ہیں۔

نیز حضور (مرزا قادیانی) نے پیر سراج الحق سے فرمایا کہ مولوی رشید احمد صاحب (گنگوہی) کو لکھ دیا جائے کہ اچھا ہم بطریق تنزل تقریری مباحثہ منظور کرتے ہیں۔ مگر اس شرط پر کہ آپ تقریر کرتے جائیں اور دوسرا شخص آپ کی تقریر لکھتا جائے اور جب تک ایک کی تقریر ختم نہ ہو، دوسرا فریق یا کوئی اور دوران تقریر میں نہ بولے۔ پھر دونوں تقریریں شائع ہو جائیں۔ لیکن بحث لاہور میں ہو۔ کیونکہ لاہور علوم و فنون کا مرکز ہے۔ پیر صاحب نے حضرت اقدس (قادیانی) کا یہ پیغام مولوی صاحب کو بھیج دیا۔ وہاں سے جواب آیا کہ تقریر صرف زبانی ہوگی۔ لکھنے یا کوئی جملہ نوٹ کرنے کی کسی کو اجازت نہ ہوگی۔ اور حاضرین میں سے جس کسی کے جی میں جو آئے گا وہ رفع اعتراض و شک کے لیے بولے گا۔ میں لاہور نہیں جاتا۔ مرزا صاحب بھی سہارنپور آ جائیں۔ اور میں بھی سہارنپور آ جاؤں گا۔ حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے فرمایا۔ کہ سہارنپور میں مباحثہ کا ہونا مناسب نہیں ہے۔ سہارنپور والوں میں فیصلہ کرنے یا حق و باطل کی سمجھ نہیں ہے۔ (تاریخ احمدیت ص۲۸ ج۲)

قطع نظر اس سے کہ مناظرہ کا یہ طریقہ اصولی تھا یا غیر اصولی؟ آپ اس پورے مضمون اور خصوصاً خط کشیدہ کلمات پر غور کیجئے کہ مرزا صاحب کن حیلوں اور بہانوں سے مناظرہ اور مباحثہ سے گریز کے لیے راہ فرار اختیار کر رہے ہیں۔

لاہور میں مناظرہ کے اصرار کی سمجھ تو کسی قدر آتی ہے۔ کہ ممکن ہے مرزا صاحب کو بٹالوی صاحب، مسجد چینیاں والی کے منتظمین اور لاہور کے دیگر غیر مقلدین سے امداد و اعانت کی توقع ہو۔ کہ وہ عین مناظرہ کے وقت میں ہلڑبازی وغیرہ سے اپنے روایتی طریقہ واردات کے ذریعہ مرزا صاحب کی جان بخشی کرا دیں گے۔ لیکن سہارنپور میں مناظرہ سے انکار کے لیے انہوں نے جو عذر پیش کیا۔ وہ ارباب عقل و دانش کے لیے یقیناً ناقابلِ فہم ہے۔

مناظرہ کا تیسرا چیلنج ۳

مولف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں کہ حضرۃ اقدس (مرزا قادیانی) کا یہ سفر چونکہ اتمام حجت کی

غرض سے تھا۔ اس لئے حضور نے لدھیانہ سے ۲۶ر مارچ ۱۸۹۱ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ تمام مشہور علماء بالخصوص مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی، مولوی عبد العزیز صاحب لدھیانوی، اور مولوی غلام دستگیر صاحب قصوری کو تحریری مباحثہ کا چیلنج دیا۔ اور لکھا کہ میرا دعویٰ ہرگز قال اللہ وقال الرسول کے خلاف نہیں۔

(تاریخ احمدیت ص۲۰۶ ج۲)

مناظرہ کا چوتھا چیلنج

مولف "تاریخ احمدیت" ہی لکھتے ہیں۔ کہ

حضرت اقدس (مرزا قادیانی) نے خدا کے نشان کی یوں تکذیب دیکھی تو آپ نے (۶ر ستمبر ۱۸۹۴ء کو ایک اشتہار کے ذریعہ حاشیہ ص۱۴۹) تین بڑے علماء (شیخ محمد حسین صاحب بٹالوی مولوی عبد الجبار صاحب غزنوی اور مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی کو انعامی چیلنج دیا۔ الخ

(تاریخ احمدیت ص۱۴۸ ج۲)

مناظرہ کا پانچواں چیلنج

مولف "مجدد اعظم" رقم طراز ہیں کہ

اربعین ۔ آپ (مرزا قادیانی) نے ۲۷ر ستمبر ۱۹۰۰ء کو شائع فرمایا۔ یہ بجائے اشتہار کے ایک خاصا رسالہ ہے۔ اس میں بھی آپ نے اپنے دعویٰ مسیحیت و مہدویت کو دلائل سے ثابت کیا ہے۔ اس رسالہ میں جو بات خصوصیت سے قابل ذکر ہے وہ یہ ہے کہ اس میں آپ نے اپنے وہ الہامات جمع کئے ہیں جن میں آپ کو خدا کی طرف سے بتایا گیا تھا کہ آپ مجدد اور مامور من اللہ ہیں۔ اور مسیح بن مریم مر چکا ہے۔ اور آپ ہی مسیح موعود اور مہدی ہیں۔ پھر علماء اور مشائخ کو مخاطب کر کے فرماتے ہیں۔

اس قسم کا تصفیہ اس صورت میں ہو سکتا ہے کہ جب دلوں سے بکلی فساد دور ہو جائے۔ اور در حقیقت آپ لوگوں کا ارادہ ہو جائے کہ خدا کی گواہی کے ساتھ فیصلہ کر یں۔ اور اس طریق میں یہ ضروری ہوگا کہ کم از کم چالیس نامی

(مشہور) مولوی جیسے مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی، مولوی نذیر حسین صاحب دہلوی، مولوی عبدالجبار صاحب غزنوی، مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی، اور مولوی پیر مہر علی شاہ صاحب گولڑوی ایک تحریری اقرار نامہ بہ ثبت شہادت پچاس معزز مسلمانان کے اخبار کے ذریعہ اشتہار کر دیں الخ (مجدد اعظم ص ۱۱۷ ج ۲)

یہاں یہ بات یقیناً محتاج تبصرہ نہیں کہ مرزا صاحب چالیس مشہور اور ذمہ دار مولویوں سے کم کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے تیار نہیں۔ اور چالیس جید، معتبر، مشہور اور ذمہ دار علماء کی بھی مرزا صاحب کے ہاں کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ پچاس معزز آدمی ان علماء کے بارے میں گواہی نہ دیں۔ اور اس گواہی کی بھی مرزا صاحب کے ہاں کوئی حیثیت نہیں جب تک کہ یہ اخبار میں اشتہار کے ذریعہ نہ ہو۔ اور یہ فرار کی ایسی انوکھی واردات ہے جس کی مثال فن مناظرہ کی تاریخ میں کہیں نہیں ملے گی۔ لیکن قطع نظر ان تمام باتوں کے حضرت گنگوہیؒ کو مناظرہ کا چیلنج یہاں بھی موجود ہے۔

مولانا گنگوہیؒ کو مباہلہ کا چیلنج

مناظرہ کے علاوہ مرزا قادیانی نے جن علماء کو مباہلہ کا چیلنج دیا ان میں بھی مولانا گنگوہیؒ کا نام باقاعدہ موجود ہے۔

چنانچہ ۱۸۹۶ء میں مرزا قادیانی نے انجام آتھم مرتب کی جس میں علماء کرام کو مباہلہ کا چیلنج دیا گیا۔ چنانچہ مؤلف "تاریخ احمدیت" لکھتے ہیں کہ

چونکہ خدا ناترس علماء اور سجادہ نشین ابھی تک آپ کے مفتری و کذاب ہونے کی رٹ لگا رہے تھے۔ اس لئے حضور (قادیانی) نے خدا کے حکم سے اسی سال (۱۸۹۶ء میں) ہندوستان کے تمام قابل ذکر مخالف عالموں اور سجادہ نشینوں کا نام لے لے کر ان کو مباہلہ کی فیصلہ کن دعوت دی۔ (تاریخ احمدیت ص ۲۶۷ ج ۲)

اور جن علماء کے نام حاشیہ میں دیئے گئے ہیں ان میں حضرت گنگوہیؒ کا نام بھی موجود ہے۔ (حاشیہ ص ۳۶ ج ۲)

یہ تمام تاریخی حقائق وشواہد اس بات پر دلالت کرتے ہیں کہ مولانا گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف بڑی شدومد کے ساتھ کفر کا فتویٰ دیا۔ چونکہ برصغیر میں حضرت گنگوہیؒ کا فتویٰ

مسلم سمجھاجاتا تھا۔ اس لیے مولانا فتوے کے معاملے میں انتہائی محتاط تھے۔ جب تک کسی مسئلہ کی تمام حقیقت وصورت کا علم نہ ہو جاتا فتویٰ جاری نہ فرماتے۔

یہی معاملہ مرزا قادیانی کے بارے میں ابتداءً پیش آیا۔ مولانا نے یکلخت فتویٰ کفر سے گریز کیا۔ جب اس کا کچھ حال معلوم ہوا تو اس کے دجال، کذاب اور گمراہ ہونے کے فتوے جاری کئے۔ لیکن جب اس کے دعوؤں کے تمام نشیب وفراز کھل کر سامنے آگئے تو مولانا نے اپنا فتویٰ کفر اشتہار کی صورت میں شائع فرما کر پورے ملک میں تقسیم کرا دیا۔

مولانا گنگوہیؒ کے خلاف مرزا قادیانی اور اس کی اُمت کا ردِ عمل

مولانا گنگوہیؒ نے جب قادیانی نظریات کی کھل کر مخالفت کی اور اس کے خلاف کفر وارتداد کا کھلا فتویٰ جاری فرمایا تو قادیانی اور اس کی امت بدزبانی پر اتر آئی۔ چنانچہ مرزا صاحب ایک مقام پر لکھتے ہیں۔

مولوی رشید احمد گنگوہیؒ اٹھا۔ اور ایک اشتہار میرے مقابل نکالا۔ اور جھوٹے پر لعنت کی۔ اور تھوڑے دنوں بعد اندھا ہو گیا۔ دیکھو اور عبرت پکڑو۔

(نزول مسیح ص۲۲)

دوسرے مقام پر مرزا صاحب لکھتے ہیں۔

اخرهم الشيطان الاعمٰى والغول الاغوىٰ يقال له رشيد احمد جنجوهي وهو شقي كالا مروهي ومن الملعونين۔ (مکتوب عربی ص۲۵۲ بحوالہ رئیس قادیان ص۳۷)	ان میں سے آخری شخص شیطان، اندھا اور بہت گمراہ دیو ہے جس کو رشید احمد گنگوہی کہتے ہیں۔ اور وہ (مولانا احمد حسنؒ) امروہی[1] کی طرح شقی اور ملعونوں میں سے ہے

[1] مولانا احمد حسنؒ صاحب امروہی بھی دیگر بعض علماء کی طرح مرزا غلام احمد قادیانی پر فتویٰ کفر دینے سے گریز کرتے تھے۔ لیکن بعد میں مرزا قادیانی کے تمام عقائد ونظریات باطلہ معلوم ہو جانے پر فتویٰ کفر جاری فرما دیا تھا۔ گرچہ مولوی محمد علی لاہوری، صدر الدین اور لاہوری مرزائیوں کے دیگر حضرات نے اپنی کتب میں یہ تاثر دینے کی ناکام کوشش کی ہے کہ مولانا امروہیؒ مرزا غلام احمد قادیانی کو کافر قرار نہیں دیتے تھے۔ لیکن المہند علی المفند پر مولانا امروہیؒ کی تصدیق اور مرزا قادیانی کے اس بیان سے واضح ہے کہ وہ مرزا قادیانی کو کافر قرار دیتے تھے۔ بشیر۔

مولانا گنگوہیؒ کے بارے میں مرزا صاحب کی زبان ملاحظہ فرمائیے اور اندازہ کیجئے کہ مرزا صاحب مولانا گنگوہیؒ کے بارے میں کس قدر مخالفت اور دشمنی کا اظہار کر رہے ہیں۔ اگر مولانا گنگوہی نے مرزا قادیانی کے خلاف فتویٰ کفر جاری نہ کیا ہوتا تو مرزا صاحب کی طرف سے اتنی شدید مخالفت اور دشمنی کا اظہار بعید تھا۔

نیز مؤلف "تاریخ احمدیت" نے اپنے غم و غصہ کا اظہار ان الفاظ میں کیا ہے۔ لکھتے ہیں۔

جو معاند علماء یا گدی نشین اپنی مخالفت پر بدستور قائم رہے۔ انہیں اپنے جرم کی پاداش میں ان سزاؤں میں سے کسی نہ کسی سزا کو بھگتنا پڑا۔ چنانچہ مولوی رشید احمد صاحب گنگوہی پہلے اندھے ہوئے پھر سانپ کے ڈسنے سے مرے۔ (تاریخ احمدیت ص ۲۳۷)

قطع نظر اس سے کہ اس واقعہ کی اصل حقیقت کیا ہے؟ دو چیزوں کی وضاحت تو بخوبی ہو گئی۔ ایک تو یہ کہ مولانا گنگوہیؒ نے مرزا قادیانی کے خلاف کفر کا فتویٰ دیا۔ اور بڑی شد و مد کے ساتھ دیا۔ اور دوسرا یہ کہ وہ اپنے فتویٰ کفر پر آخری دم تک قائم و دائم رہے۔ اور آخری وقت تک پھر انہوں نے مرزا قادیانی کے بارے میں اپنے موقف میں لچک پیدا نہیں کی۔ اور نہ اپنے فتویٰ کفر سے رجوع کیا جیسا کہ مولوی محمد حسین صاحب بٹالوی نے فتویٰ کفر دے کر اس سے رجوع کر لیا۔ اور نہ صرف خود بلکہ پوری جماعت کی طرف سے رجوع کیا اور جیسا کہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری مرزائیوں سے نکاح بھی جائز سمجھتے تھے۔ ان کی اقتداء میں نماز کو بھی درست اور صحیح قرار دیتے تھے۔ اور ان پر کفر کا فتویٰ بھی نہیں دیتے تھے۔

ان تمام ناقابلِ تردید حقائق و واقعات کے بعد حضرت گنگوہیؒ پر یہ الزام دینا کہ انہوں نے فتویٰ کفر جاری نہیں کیا سراسر بد دیانتی، تعصب اور ہٹ دھرمی ہوگی۔ جو لا علاج امراض ہیں۔ خدا تعالیٰ ان مہلک بیماریوں سے ہر ایک مسلمان کو محفوظ رکھے۔ اور حق سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین ثم آمین یا رب العالمین ۔

ہمارے دم سے ہے سب گرمیٔ بازار میخانہ ارے ساقی یہ رونق پھر کہاں جب ہم نہیں ہوں گے

خاک پائے احناف و نمک اسلاف

حافظ عبد الحق خان بشیر گکھڑوی

مورخہ ۱۰ شوال المکرم ۱۴۰۲ھ ہجری

بمطابق ۱۳ جولائی ۱۹۸۲ء بروز جمعرات

ضمیمہ

کتابچہ مکمل ہو چکا تھا کہ مولوی حسن علی قادری رضوی صاحب کی طرف سے سمندری ضلع فیصل آباد سے ایک اشتہار "فریب و فراڈ" کے عنوان سے شائع ہوا۔ اور واقعتاً یہ اشتہار فریب و فراڈ ہی تھا۔ اس اشتہار میں حضرت گنگوہیؒ اور حضرت تھانویؒ دونوں پر یہ الزام عائد کیا گیا ہے کہ ان دونوں نے مرزا قادیانی پر کفر کا فتویٰ نہیں دیا۔ چنانچہ اشتہار میں لکھتے ہیں کہ

مولوی عاشق الٰہی میرٹھی نے تذکرۃ الرشید حصہ اول صفحہ ۱۴۰ پر مرزا قادیانی کے متعلق مولوی رشید احمد گنگوہی کا فتویٰ شائع کیا۔ گنگوہی صاحب لکھتے ہیں۔ مرزا قادیانی گمراہ ہے۔ اس کے مرید بھی گمراہ ہیں۔ مولوی اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں مرزا (قادیانی) کی نسبت مجھ کو پوری تحقیق نہیں کہ کوئی وجہ قطعی کفر کی ہے یا نہیں، امداد الفتاویٰ جلد نمبر ۴ صفحہ ۱۱۶ (اقتباس از اشتہار)۔

حضرت گنگوہیؒ کے بارے میں تو گذشتہ اوراق میں تفصیل کے ساتھ بیان ہو چکا ہے کہ قادیانی کے بارے میں ان کے فتاویٰ کیا تھے۔ انہیں دہرانے کی ضرورت نہیں۔ باقی رہا مسئلہ حضرت تھانویؒ کا۔ تو ان کے بارے میں بھی انتہائی دجل، مکر اور فریب سے کام لیا گیا ہے حضرت تھانویؒ کے امداد الفتاویٰ اور دیگر کتب میں مرزا قادیانی اور اس کے متبعین کے خلاف کفر کے فتوے بکثرت موجود ہیں۔ جن سے انکار سوائے ناعاقبت اندیش انسان کے اور کوئی نہیں کر سکتا۔ ہم اس باب میں تفصیلات سے قطع نظر کرتے ہوئے صرف ایک ہی فیصلہ کن فتوے پر اکتفا کرتے ہیں۔ اس سے سارے اشکالات اور غلط فہمیاں دور ہو جائیں گی۔

چنانچہ حضرت تھانویؒ فرماتے ہیں۔

میرے نزدیک قادیانی عورت سے نکاح باطل ہے۔ جب ان کا کفر مسلم ہے۔ اور مرتد بحکم کتابی نہیں ہوتا۔ اس لئے اہل کتاب میں ان کو داخل نہیں کر سکتے۔ اور لاہوری (مرزائی) گو مرزا (قادیانی) کو نبی نہ کہیں۔ لیکن اس کے عقائد کفریہ

کو کفر نہیں کہتے۔ کفر کو کفر نہ سمجھنا یہ بھی کفر ہے۔ کیا اگر کوئی شخص مسیلمہ کذاب کو نبی نہ مانتا ہو مگر اس کے عقائد کو کفر بھی نہ کہتا ہو تو کیا اس شخص کو مسلمان کہا جائے گا۔؟ (امداد الفتاوٰی ص۲۴۴ ج۲)

فتاوٰی امدادیہ میں ایسے بیسیوں حوالے موجود ہیں۔ جن سے ہرگز قطع نظر نہیں کیا جا سکتا لیکن تعصب اور ہٹ دھرمی کا دنیا میں کوئی علاج نہیں۔ اور لکیر کے فقیر کبھی بھی صراط مستقیم کو قبول کرنے پر آمادہ نظر نہیں آئے۔ اگر غلط فہمی کے ازالہ کی بات ہو تو اس کے لیے یہ ایک ہی حوالہ کافی ہے۔ اور اگر بات ہی تعصب کی ہو تو اس کے لیے حوالہ جات کے دفتر بھی ناکافی ہیں۔

اظہار تشکر

انتہائی ناشکرگزاری ہوگی اگر اس مقام پر

استاد محترم حضرت مولانا مفتی محمد عیسیٰ صاحب گورمانی

حضرت مولانا مفتی عبد الشکور صاحب کاشمیری

اور حضرت مولانا قاری خلیب احمد صاحب عمر جہلمی

کا شکریہ ادا نہ کیا جائے۔ جنہوں نے مختلف کتب مہیا کر کے۔ اور بعض اہم مقامات پر انتہائی مفید مشورے دے کر احقر کی مخلصانہ راہنمائی فرمائی خدا تعالیٰ ان تمام بزرگوں کو دین و دنیا کی تمام بھلائیوں اور علم دین کی تمام برکتوں سے سرفراز فرمائے۔

(آمین ثم آمین یا رب العالمین)

احیائے احناف ونگ اسلاف
حافظ عبد الحق خان بشیر گکھڑوی